فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي. (ابن ماجه)

نکاح میری سنت ہے، جو میری سنت پر عمل نہ کرے وہ میرا نہیں ہے۔

نکاح سنت کے مطابق کیجئے

مرتب

مولانا خورشید انور قاسمی فیض آبادی

استاذِ حدیث وفقہ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

ونائب صدر جمعیۃ علماء (یوپی) 9411682120

ناشر: مکتبہ ''فوز وفلاح'' لالباغ مرادآباد

ساتواں ایڈیشن

نکاح عبادت ہے لوگوں نے اسے مصیبت بنالیا ہے

لله الحمد رب السموات ورب الأرض رب العالمين والصلوٰة والسلام علی خیرخلقه ورسوله امام المتقين وخاتم النبيين محمد وآله واصحابه اجمعين.

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اپنی بہنوں، بھانجیوں، بیٹیوں اوران کی اولاد کی تقریباً سولہ سترہ شادیاں کیں اور ہر شادی میں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وہ کرم فرمایا کہ کبھی یہ پتہ نہ چلا کہ نکاح کیا یا دو رکعت نفل پڑھ لی، نکاح ایک عبادت تھی جس کو لوگوں نے ایک مصیبت بنالیا ہے علماء نے لکھا ہے ''دو عبادتیں (ایمان اور نکاح) ایسی ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر قیامت تک بلکہ جنت میں بھی باقی رہیں گی، مگر ہم لوگوں نے اس بابرکت (اور آسان) سنت کو اس میں لغویات یعنی رسموں کو شامل کر کے ایک مصیبت عظمیٰ (بڑی مصیبت) بنالیا۔

میں شادی کی دعوت کا بھی مخالف ہوں، مجھے ان شادیوں کی دعوت سے ہمیشہ نفرت رہی ہے، میرے یہاں، مہمانوں کا ہجوم بعض اوقات دوڈھائی سو تک پہونچ جاتا ہے بلکہ بعض مرتبہ تو مہمانوں کی کثرت سے کئی کئی دیگیں پکنے کی نوبت آجاتی ہے لیکن شادیوں کے مد میں سولہ سترہ شادیوں میں سے ایک شادی میں بھی مجھے یاد نہیں کہ ''ایک دیگ پکوائی ہو۔'' (ملفوظات حضرت شیخؒ) اللہ والوں کے ارشادات اوران کے طریقۂ زندگی میں قرآن وحدیث کی روشنی ہوتی ہے، عقلمند آدمی ان کے نورانی طریقہ پر چل کر دنیا وآخرت میں راحت وسکون حاصل کرتا ہے، اور بے وقوف اس کو چھوڑ کر دونوں جہاں میں بدحال ورسوا ہوتا ہے۔

ان رسوائیوں سے بچنے کے لیے ہمت سے کام لے کر شادی بیاہ کی رسموں کو ختم کرنا بے حد ضروری ہے حدیث پاک میں ''اَلْبَذَاذَةُ مِنَ الْاِيْمَانِ'' سادگی ایمان کا حصہ ہے۔ جس شخص میں سادگی کے بجائے بے جا تکلفات ہیں وہ ایمان کے ایک حصہ سے محروم ہے۔ رسومات اور تکلفات سے سادگی کا جنازہ نکل جاتا ہے، رسومات درحقیقت ایمان کی پیشانی پر

کلنک کا ٹیکہ ہیں، اس لئے سردست چند رسموں کا ،،پوسٹ مارٹم‘‘ پیش کیا جارہا ہے خدا کرے ہماری آنکھیں کھلیں، دلوں کا زنگ دور ہو اور ہم شادی بیاہ کی رسموں سے، الجھنوں سے اور ان کے نقصانات سے چھٹکارا حاصل کرکے ’’سچے پکے مسلمانوں‘‘ کی طرح زندگی گذارنا اور ان ہی کے نقش قدم پر ’’خوشی وغمی‘‘ منانا سیکھ جائیں۔ آمین

رسموں کی نحوست

یادرکھیں رسموں کی پابندی اللہ کی نافرمانی اور گناہ ہے اور کبھی کسی گناہ کو معمولی نہیں سمجھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے چھوٹے، چھوٹے گناہوں پر بھی پکڑ آجاتی ہے اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: **یا عائشه ایاک و محقرات الذنوب فان لها من الله طالبا.** اے عائشہؓ چھوٹے، چھوٹے گناہوں سے بھی بچتی رہو، کیونکہ اللہ کی طرف سے اس پر بھی بازپُرس ہوگی۔ (احمد، نسائی، ابن ماجہ، ابن کثیر ۴/۲۶۹)

اے دوست! گناہ کے وقت یہ نہ سوچ کہ چھوٹا ہے یا بڑا؟ بلکہ اس پروردگار کی عظمت پر نظر رکھ جس کی تو نافرمانی کر رہا ہے، کبھی کسی نے چھوٹے بچھو کو اس وجہ سے ہاتھ لگانے کی ہمت نہیں کی کہ یہ چھوٹا ہے، کبھی کسی نے چھوٹے سانپ کو اس وجہ سے ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں کہ یہ چھوٹا ہے اور نہ ہی کبھی کسی نے چھوٹے انگارے کو اس وجہ سے ہاتھ لگایا کہ یہ چھوٹا ہے، بلکہ سب چھوٹے بچھو، چھوٹے سانپ اور چھوٹے انگارے سے ڈرتے اور بچتے ہیں کیونکہ وہ نقصان دہ ہوتے ہیں، گناہوں کے چند نقصانات ملاحظہ فرمائیں اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام کریں۔

(۱) گناہوں کی وجہ سے انسان کا دل سیاہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

(۲) گناہوں کی وجہ سے جسمانی کمزوری بڑھتی ہے۔

(۳) گناہوں کی وجہ سے رزق میں تنگی آتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: **ان العبد ليحرم الرزق بالذنب يصيبه.** (احمد، ابن کثیر ۴/۳۸۰)

(۴) گناہوں کی وجہ سے انسان عبادت ومناجات کی لذتوں سے محروم ہوجاتا ہے۔

(۵) گناہوں کی وجہ سے نیکیوں کی توفیق چھن جاتی ہے۔

(۶) گناہوں کی وجہ سے برائیوں کی نفرت دل سے نکل جاتی ہے جس کی وجہ سے بسا اوقات انسان ایمان سے محروم ہوجاتا ہے۔

(۷) گناہوں کی وجہ سے انسان کی زبان کا اثر ختم ہوجاتا ہے۔

(۸) گناہوں کی وجہ سے تنگدستی بھی آتی ہے اور ذلت ورسوائی بھی عام ہوجاتی ہے۔ **إذاظهر الزنا ظهر الفقر والمسكنة.**

عدل وانصاف فقط حشر پہ موقوف نہیں — زندگی خود بھی گناہوں کی سزا دیتی ہے

(مستفاد از خطبات ذوالفقار: ۱۰/ ۱۷۸ تا ۱۹۳)

(۹) گناہوں کی وجہ سے انسان کی عقل بیمار ہوجاتی ہے، بیمار عقل کا آدمی اچھے کو بُرا اور بُرے کو اچھا سمجھنے لگتا ہے۔

سنت کی اہمیت اور حضرت مجدد الف ثانیؒ

حضرت محبوب سبحانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی خدمت میں (چشتیہ سلسلہ کے) ایک بزرگ حاضر ہوکر عرض کرنے لگے کہ مجھ کو کئی سال نسبتِ حق میں قبض تھا، آپ کے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قبض کی شکایت کی، تو حضرت خواجہ کی توجہ ودعاء سے میری حالتِ قبض بسط (وانشراح) سے بدل گئی، آپ بھی کچھ توجہ فرمائیں کیونکہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام خلفاء اور مریدین کو آپ کے حوالہ کردیا ہے، تو حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ ’’میرے پاس تو اتباع سنت کے سوا کچھ بھی نہیں‘‘ یہ سنتے ہی ان بزرگ پر حال (اوروجد) طاری ہوا اور کثرتِ نسبت اور قوتِ باطنی کے اثرات سے سرہند شریف کی زمین جنبش (حرکت) کرنے لگی، حضرت امام ربانی رحمہ اللہ نے ایک خادم سے فرمایا کہ طاق میں سے مسواک اٹھالاؤ، آپ نے مسواک کو زمین پر ٹیک دیا اسی وقت زمین ساکن ہوگئی، رُک گئی اور ان بزرگ کی کیفیتِ جذبی بھی جاتی رہی، اس کے بعد آپ نے ان بزرگ سے فرمایا کہ تمہاری کرامت سے سرہند کی زمین جنبش میں آگئی اور (فقیر کے پاس اس سے

بڑی کرامت ہے کہ) اگر فقیر دعا کرے تو ان شاء اللہ سرہند شریف کے مردے زندہ ہوجائیں لیکن میں وضو میں مسنون طریقہ پر مسواک کرنے کو ان دونوں کرامتوں سے بدرجہا افضل وبہتر جانتا ہوں۔ (سنت کی عظمت اور بدعت کی قباحت:۵۷)

سنت کو معمولی سمجھنے کا برا انجام

تفسیر عزیزی میں ہے: ”مَنْ تَهَاوَنَ بِالْآدَابِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ السُّنَّةِ وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالسُّنَّةِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ الْفَرَائِضِ وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالْفَرَائِضِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ الْمَعْرِفَةِ“ یعنی جو شخص آداب میں سستی کرتا ہے وہ سنت سے محرومی کی بلا میں گرفتار کیا جاتا ہے اور جو سنت میں سستی کرتا ہے اور اسے ہلکا سمجھتا ہے وہ فرائض کے چھوٹنے کی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے اور جو فرائض میں سستی کرتا ہے اور ان کو خفیف سمجھتا ہے وہ معرفتِ الٰہی سے محروم رہتا ہے۔ (سنت کی عظمت اور بدعت کی قباحت:۵۶)

شادی میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سادگی

ایک صاحب نے حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب قدس سرہ مفتیٔ اعظم دارالعلوم دیوبند سے اپنی بچی کے نکاح پڑھانے کی درخواست کی تو ارشاد فرمایا کہ ”نکاح میں شرعاً اعلان کی تو اہمیت ہے، جس کی آسان صورت یہ ہے کہ مثلاً عصر بعد لوگوں کو روک لیا جائے کہ میرے بچہ یا بچی کا نکاح ہے لوگ رک جائیں اور نکاح ہوجائے باقی جن لوازمات کو ہندوستان میں اختیار کر رکھا ہے وہ سب زائد (اور مشکلات کا سبب) ہیں (صحابہ کرامؓ کے یہاں اس قسم کے تکلّفات اور بے جا رسموں کا تصور بھی نہ تھا، درج ذیل واقعات سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔)

(۱) حضور اقدس ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر زرد نشان دیکھا جو کسی خوشبو کا تھا تو دریافت کیا کہ نشان کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ”میں نے ایک انصاری عورت سے نکاح کیا ہے“ حضور ا نے ان کو ولیمہ کرنے کی ترغیب دی۔ (بخاری شریف ۲/۷۵۹)

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اقدس ﷺ کے ہمراہ ایک غزوہ (جہاد) سے واپس ہوئے، میں ذرا تیزی کے ساتھ آگے بڑھا تو حضور اقدس ﷺ نے دریافت کیا کہ اے جابر! اتنی جلدی کیوں ہے؟ بتلایا کہ (یارسول اللہ!) میں نے نئی نئی شادی کی ہے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ نکاحی سے یا بے نکاحی (کنواری) سے؟ میں نے عرض کیا کہ نکاحی سے الخ۔ (بخاری شریف ۲/۷۶۰)

ان دونوں واقعوں سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اقدس ﷺ سے نکاح پڑھوانے کا اہتمام نہ کرتے تھے بلکہ ان کے یہاں آپ ﷺ کو نکاح کی اطلاع دینے کا اہتمام بھی نہ تھا۔ ”كانوا يَتزوَّجونَ مِن غَيرِ عِلمِهٖ وَحُضُورِهٖ عليه السلام الخ“. (فتح القدير ۳/۱۷۴) کیا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ خواہش نہ تھی کہ حضور اقدس ﷺ ان کا نکاح پڑھائیں؟ ضرور تھی مگر چونکہ شرع میں اس کی کوئی اہمیت نہیں اس لئے وہ بھی اس کا اہتمام نہ کرتے تھے۔ ملفوظات فقیہ الامت ۱/۳۶۲ تا ۳۶۳)

(۳) حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبیلۂ بنولیث کی ایک عورت سے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی شادی کا پیغام دینے گئے اور (گھر کے) اندر جاکر حضرت سلمانؓ کے فضائل اور ان کے ”شروع میں مسلمان ہونے“ اور ان کے اسلام لانے کے واقعات تفصیل سے بیان کئے اور انہیں بتایا کہ حضرت سلمانؓ ان کی فلاں نوجوان لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہیں، ان لوگوں نے کہا ”سلمانؓ سے شادی کرنے میں ہمیں عذر ہے، البتہ اپنی بیٹی کا نکاح ہم آپ سے کرسکتے ہیں اور ہاتھوں ہاتھ شادی ہوگئی، چنانچہ ابودرداءؓ اس لڑکی سے شادی کرکے باہر آئے اور حضرت سلمانؓ سے کہا اندر کچھ بات ہوئی ہے، لیکن اسے بتاتے ہوئے مجھے شرم آرہی ہے، پھر انہیں ساری بات بتائی، یہ سن کر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا (آپ مجھ سے کیوں شرمارہے ہیں؟) مجھے آپ سے شرمانا چاہئے، کیونکہ میں اس لڑکی کو شادی کا پیغام دے رہا تھا جو اللہ نے آپ کے مقدر میں لکھی تھی۔ (اخرجه ابونعيم في الحلية ۱/۲۰۰، واخرجه الطبراني مثله قال

الهيشمى ٤/٢٧٥، رجاله ثقات الا ان ثابتا لم يسمع من سلمان ولا من ابى الدرداء، حياة الصحابه ٣/٢٤٧)

(۴) یزید بن معاویہؓ نے حضرت ابوالدرداءؓ کو ان کی بیٹی درداء سے شادی کا پیغام دیا، حضرت ابوالدرداءؓ نے انکار کر دیا۔ یزید کے ہم نشینوں میں سے ایک آدمی نے یزید سے کہا اللہ آپ کو بعافیت رکھے، کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں درداء سے شادی کرلوں؟ یزید نے کہا تیرا ناس ہو سامنے سے ہٹ جا۔ اس آدمی نے کہا اللہ آپ کو فلاح وصلاح سے نوازے آپ مجھے اجازت دے دیں، یزید نے کہا: اچھا اجازت ہے۔ چنانچہ اس آدمی نے حضرت درداء سے شادی کا پیغام دیا تو حضرت ابوالدرداءؓ نے بلا پش وپیش اس سے اپنی بیٹی کی شادی کردی۔ اس پر لوگوں میں چرچا ہوا کہ یزید نے حضرت ابوالدرداءؓ کو بیٹی سے شادی کا پیغام دیا تو اسے تو منع کر دیا، لیکن جب ایک عام غریب مسلمان نے اسے بیٹی سی شادی کا پیغام دیا تو راضی ہوگئے۔ حضرت ابوالدرداءؓ کو معلوم ہوا تو اس کی وجہ بتائی اور فرمایا: میں نے ایسا اپنی بیٹی کے فائدے کے لئے کیا، تمہارا کیا خیال ہے؟ کہ (اگر میں درداء کی شادی یزید سے کر دیتا تو) ہر وقت اس کے سر پر خواجہ سرا یعنی خصی غلام (خدمت کے لئے) کھڑے رہتے اور گھروں پر نگاہ ڈالتی تو (سونے چاندی اور سامان زیب وزینت کی کثرت کی وجہ سے) اس کی آنکھیں چکا چوند ہو جاتیں (دنیاوی اعتبار سے اس کے مزے آجاتے) لیکن پھر اس کا دین کیسے باقی رہتا (بس ہر وقت دنیا میں لگی رہتی)۔ **(اخرجه ابونعيم فى الحلية ١/٢٥١، واخرجه ايضا الامام أحمد مثله كما فى صفة الصفوة ١/٢٦٠، حياة الصحابه ٢/٨٤٨)**

سیکڑوں واقعات میں سے نمونہ کے طور پر یہ چند واقعے نقل کئے گئے ہیں ان واقعات سے صاف طور پر واضح ہے کہ صحابہ کرامؓ کے یہاں شادی بیاہ کے وہ تکلّفات اور غیر ضروری اخراجات جن میں آج ہمارا معاشرہ جکڑا ہوا ہے، حضراتِ صحابہؓ کے یہاں دور دور تک اس کا تصور نہیں تھا، صحابہ کرامؓ کا معمول تھا کہ لڑکی، لڑکے اور ان کے سرپرستوں

کی رضامندی کے بعد فوراً بلا تاخیر سادگی کے ساتھ نکاح ورخصتی کر دیا کرتے تھے اور تکلّفات پر نکیر واعتراض اور روک ٹوک فرماتے تھے، ناراضگی ظاہر فرماتے تھے۔

دعوت ولیمہ سے ناراضگی کے ساتھ واپسی

حضرت سالم بن عبداللہؒ کی شادی ہوئی ان کے والد حضرت عبداللہؓ نے ان لوگوں کی دعوت کی۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ تشریف لائے دیکھا کہ دیواروں پر (زیب وزینت کے لئے) پردے لٹکائے گئے ہیں۔ فرمایا عبداللہ! تم لوگ دیواروں پر پردے لٹکاتے ہو؟ (بھول گئے رسول اللہ ﷺ کی نصیحت "من اراد الآخرة ترک زينة الدنيا" "جسے آخرت اور وہاں کی راحت مطلوب ہوتی ہے وہ دنیا کی زیب وزینت سے کنارہ کش رہتا ہے") حضرت عبداللہؓ نے فرمایا: ابوایوب! عورتیں ہم پر غالب آگئیں، فرمایا اَوروں سے تو اس کا خطرہ تھا، لیکن تمہارے بارے میں مجھے اس کا اندیشہ نہیں تھا کہ عورتوں سے مغلوب ہو جاؤگے، نہ میں تمہارے گھر میں داخل ہوں گا اور نہ تمہاری دعوت کھاؤں گا۔ (حیاۃ الصحابہ ۲/۲۹۷)

کان پکڑتا ہوں کسی کی شادی میں نہیں جاؤں گا

حضرت قاری محمد صدیق صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ: میں دہلی میں ایک شادی میں شرکت کے لئے گیا تھا، نکاح مجھ ہی کو پڑھانا تھا، وہاں پہنچا تو عجیب وغریب نقشہ دیکھا، سارے کام خلافِ شرع ہو رہے تھے، سجاوٹ میں بڑا اسراف تھا، قالینیں بچھی ہوئی تھیں، جن کو لوگ جوتوں سے روند رہے تھے، بڑی چہل پہل تھی، بڑے بڑے علماء ومشائخ بھی اس شادی میں موجود تھے، کسی نے بتلایا کہ تصویر کشی بھی ہوگی، اور فلم بھی تیار ہوگی، اور وہ لوگ بظاہر بڑے دین دار تھے، ان سے ایسا خطرہ نہ تھا؛ لیکن سارے کام خلافِ شرع ہو رہے تھے، اور اصل بات یہ ہے کہ وہاں کے علماء اور ان کے بڑوں نے ان کو منع نہیں کیا، منکرات پر نکیر کرنا گویا جانتے ہی نہیں، ورنہ اگر منع کیا جاتا تو کیا وہ مانتے نہیں، سب

بڑے بڑے علماء بیٹھے ہوئے تھے؛ لیکن کوئی منع نہیں کر رہا تھا، جب مجھے معلوم ہوا کہ فلم بننے جارہی ہے، تو میں نے دوسروں سے کہا کہ منع کرو، لڑکی کے ذمہ دار سے میری ملاقات ہوئی، میں نے ان سے صاف صاف کہا کہ دیکھئے! آپ سے میری بے تکلفی ہے، اگر آپ کو یہ سب کرنا تھا تو آپ نے مجھے کیوں بلایا تھا؟ اگر یہ علماء نہ ہوتے تو میں ابھی الٹے پاؤں واپس ہوجاتا، میں تو ان کی مروت میں بیٹھا ہوں کہ یہ لوگ کہیں گے کہ بڑے متقی پرہیزگار بنتے ہیں، میں نے ان سے کہا کہ بتایئے آپ نے ہزاروں لاکھوں روپے صرف سجاوٹ اور روشنی میں خرچ کرڈالا، اس سے کیا فائدہ ہوا؟ آپ کو کیا ملا؟ کتنے مسلمان بھوکے مر رہے ہیں، کھانے پینے کو ترس رہے ہیں، کتنی بیوہ عورتیں پریشانی اور ذلت کی زندگی گذار رہی ہیں؟ کیا یہ پیسہ ان پر نہیں خرچ کرسکتے تھے؟ اتنی رقم سے کتنی غریب لڑکیوں کی شادی کا انتظام ہوتا، بیوہ عورتوں کی خبر گیری اور مدد ہوسکتی تھی، لڑکی والے سمجھدار تھے، انہوں نے کہا کہ انشاء اللہ آئندہ ایسی غلطی کبھی نہ ہوگی۔

نکاح کی مجلس میں جانا ہوا، نیچے بہترین عالیشان قسم کی قالین بچھی ہوئی تھی، اور لوگ اسی کو روند کر جوتے پہنے ہوئے چل رہے تھے، مجھ سے برداشت نہیں ہوا، میں نے کہا کہ یہ قالین بیٹھنے کے لئے ہوتی ہیں، ان کی ناقدری کی جارہی ہے، ان کو جوتوں سے روندا جارہا ہے، سب تو جوتے پہن کر چل رہے تھے میں نے جوتے اتار لئے اور ہاتھ میں لے کر ننگے پیر چل رہا تھا۔

نکاح کی مجلس میں پہنچے تو دیکھا کہ فوٹو کھینچنے کا سلسلہ شروع ہے، اور سب بڑے بڑے علماء بھی بیٹھے ہوئے تھے، مجھ سے رہا نہ گیا، میں نے سوچا کہ غصہ ہوں گے تو ہوا کریں، ناراض ہوں تو ہوتے رہیں، برا مانیں تو مانتے رہیں، خدا سے بھی میرا رشتہ ہے، خدا کو منہ دکھانا ہے، ان حضرات سے صاف صاف میں نے کہا کہ دیکھئے آپ حضرات اگر کسی منسٹر، منتری کو یا کسی دنیاوی بڑے عہدے دار کو بلاتے ہیں، تو کوئی کام اس کی منشاء کے خلاف نہیں کرتے، ہر کام ان کی مرضی کے موافق کرتے ہیں، ان اللہ کے بندوں، شیخ طریقت، شیخ

وقت، بڑے بڑے علماء کو آپ نے بلا رکھا ہے، اور سارا کام ان کی مرضی کے خلاف کر رہے ہیں، میں نے اپنے اوپر کچھ نہیں کہا، سب انہی حضرات پر ڈھال کر کہا کہ بتایئے ان حضرات کے دل پر کیا گذر رہی ہوگی، بیچارے کس تنگی کے ساتھ یہاں بیٹھے ہوں گے، کتنی گھٹن میں ہوں گے، آپ نے ان حضرات کی توہین کی، ان کو تکلیف پہنچائی، ان کی شان کے خلاف کام کیا، اگر آپ کو یہی کرنا تھا تو آپ نے ان حضرات کو کیوں تکلیف دی؟ بیچارے مروت میں بیٹھے ہیں، آپ ان کو نہ بلاتے پھر جو جی چاہتا کرتے، سب کو اس بات کا احساس ہوا، میں نے کہا کہ بیان کا تو وقت نہیں ہے، اب نکاح ہونا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح مسجد میں کرنے کو فرمایا ہے، اس لئے نکاح مسجد میں ہونا چاہئے۔

حضرت نے یہاں حاضرین مجلس سے فرمایا کہ اتنا ہی غنیمت ہوا کہ اتنا کہنے سننے کے بعد کچھ منکرات ختم ہوئے، نکیر کی توفیق ہوئی اور شرکت کا جواز ہوگیا، ورنہ وہاں تو شریک ہونا ہی جائز نہ تھا، اور فرمایا کہ اب کان پکڑتا ہوں کسی کی شادی میں نہیں جاؤں گا، اور اگر کوئی بلائے گا تو پہلے شرط لگادوں گا کہ کوئی منکر اور خلافِ شرع کام نہ ہو، اور نکاح بھی مسجد میں ہو، تو آؤں گا ورنہ نہیں۔

منگنی، بارات اور چوتھی کی رسمیں :- یہ سب زبان کے چٹخارہ اور پیٹ کی ہوس پورا کرنے کا ایک دھندہ ہے، لڑکی والا خواہ مخواہ اس دھندہ میں پستا ہے، زیر بار ہوتا ہے، رشتہ طے ہو یا نہ ہو لڑکی والے کو منگنی میں آنے والوں کی پر تکلف ضیافت کا بار اٹھانا ہے، دولت خرچ کرنی ہے، وقت برباد کرنا ہے، جو کام فون وموبائل کی ایک کال پر ہوسکتا ہے یا کاغذ کے ایک ٹکڑے سے ہوسکتا اور چند منٹ میں ہوسکتا ہے، اس کام کے لیے ہزاروں ہزار روپئے خرچ کئے جاتے ہیں اور دوسروں سے بھی خرچ کرائے جاتے ہیں جن لوگوں کے پاس نماز، تلاوت، تسبیحات کے لئے ٹائم نہیں ہوتا ہے وہ کئی کئی گھنٹے اور کئی کئی دن منگنی کی رسم اور اس کی تیاری میں ضائع کردیتے ہیں، یاد رہے جو لوگ اس

رسم کو پورا کرنے میں دولت اور وقت خرچ کرتے یا کراتے ہیں یا وہ مذہب کی نظر میں مجرم، قوم کے دشمن اور شیطان کے بھائی ہیں۔

بہر حال غیور و باشعور نوجوانوں اور ان کے سرپرستوں کی خدمت میں عرض ہے کہ:

گلشنِ دھر کی رنگین بہاروں پہ نہ جا — آج جو پھول ہے کل خار بھی ہوسکتا ہے
آرزوؤں کو اگر ضبط و تحمل سے رکھے — بوالہوس صاحبِ کردار بھی ہوسکتا ہے

فیصلہ آپ کریں آپ کو بوالہوس اور لالچی بننا ہے یا صاحب کردار اور شریف و باوقار؟

حسرت ہی حسرت

ان جیسی رسموں کے لئے اور ان کی وقتی لذتوں کے لئے جو وقت و دولت برباد کی جاتی ہے موت کے وقت ہی سے اس کے برباد ہونے کی حسرت شروع ہوجائے گی اور حساب وکتاب کے بعد تک اس کا رنج وافسوس ختم نہ ہوگا، بلکہ سچی بات یہ ہے کہ ان فضول خرچیوں کا غم چند روز کے بعد ہی سے شروع ہوجاتا ہے۔ چوتھی، منگنی، منڈھا اور بارات یہ سب ہندوانہ طور طریقے اور اللہ کے غضب کو دعوت دینے والے کام ہیں، نکاح ایک اہم سنت ہے، عبادت اور ثواب کا کام ہے۔ کبھی غور کیا آپ نے؟ ہماری ان رسموں کی وجہ سے پیغمبر علیہ السلام کی سنت کس قدر داغ دار ہورہی ہے؟۔

جس نکاح کو اللہ کے رسول ﷺ نے ''نصف ایمان'' (ایمان کے کامل ہونے کا ثبوت) اور برائیوں سے بچنے کا ذریعہ بتایا ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم اسے ایمان کی بربادی اور نامۂ اعمال کی سیاہی کا ذریعہ بنائے پھر رہے ہیں۔

بارات اور ختنہ وغیرہ کی دعوت

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو کسی نے ''ختنہ'' میں شرکت کی دعوت دی، حضرت نے قبول نہیں کی، منع فرما دیا، کسی نے پوچھا

حضرت آپ نے دعوت کیوں رد کردی؟ فرمایا ''پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں نہ ختنہ کی دعوت ہوتی تھی نہ ہم لوگ اس میں شریک ہوتے تھے۔ (مسند احمد)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں: اس واقعہ سے معلوم ہوا جس کام کے لئے لوگوں کو بلانا حدیث وسنت سے ثابت نہیں اس کے لئے بلانے کو صحابیؓ رسولؐ نے ناپسند کیا اور اس میں جانے سے انکار بھی کردیا، کیونکہ بلانا، دعوت دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اس چیز کو اہمیت دی گئی اور مذہب نے جس چیز کو اہمیت نہیں دی اسے اہمیت دینا بدعت اور غلط ہے۔ (حسن العزیز)

حضرت لقمان علیہ الرحمۃ نے اپنے صاحبزادے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بیٹا! جنازہ میں اہتمام سے شرکت کیا کرو اور تقریبات میں شرکت سے پرہیز کیا کرو، کیونکہ جنازہ آخرت کی یاد کو تازہ کرتا ہے اور تقریبات (یعنی شادی وغیرہ کے پروگرام) سے دنیا کی محبت ودلچسپی پیدا ہوتی ہے۔ (فضائل صدقات)

کھانے کا غیر مہذب انتظام

شادی ودیگر تقریبات میں کھڑے کھڑے یا چلتے پھرتے کھانے کا رواج آج کل ہر شیطانی کام کی طرح زوروں پر ہے، یہ طریقہ اسلامی تہذیب اور انسانی روایات کے خلاف ایک جدید فیشن اور غیر فطری عمل ہے، انسان اپنی اصل فطرت کے لحاظ سے ''بیٹھ کر کھانے پینے'' کا عادی ہے یہی وجہ ہے کہ اپنی اپنی رہائش گاہوں پر ہر مذہب اور ہر طبقہ کے لوگ ''بیٹھ کر ہی کھانا'' پسند کرتے ہیں، اگر کبھی بیگم صاحبہ ایک بڑی پلیٹ ہاتھ میں تھماتے ہوئے فرمائش کر بیٹھیں کہ کچن میں کھانا تیار رکھا ہے، پلیٹ لیجئے اور جائیے اپنی ضرورت وپسند کے مطابق جو چاہیئے تناول فرمالیجئے، اور انتظار کی زحمت سے بھی بچ جائیے'' سنجیدگی سے سوچ کر جواب دیجئے کہ اس موقع پر کتنے لوگ اپنے ہوش وحواس برقرار رکھ سکیں گے؟ معلوم ہوا کہ یہ طریقہ غیر مہذب ہے اور جس کی فطرت بالکل ہی مسخ نہ ہوچکی ہوگی وہ اس طریقہ کو کبھی پسند نہیں کرے گا۔

انسان کی اسی فطرت کو سامنے رکھ کر مذہب اسلام نے کھڑے کھڑے کھانے، پینے کی مذمت کی ہے، محسن انسانیت رسول اللہ ﷺ کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان فرمائی کہ ”پیغمبر اسلام ﷺ نے کھڑے کھڑے پانی پینے سے منع فرمایا ہے“ لوگوں نے سوال کیا: پھر کھڑے کھڑے کھانے کا کیا حکم ہے؟ فرمایا ”ذٰلِکَ اَشَرُّ وَاَخبَثُ“ وہ تو اور زیادہ برا اور انتہائی بے ہودہ عمل ہے۔ (مسلم شریف: ۲/۱۷۳)

جہیز کی حقیقت

جہیز کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ ایک باپ اپنی لاڈلی بیٹی کو رخصتی کے وقت ”الوداعی تحفہ“ کے طور پر اپنی حیثیت کے مطابق کچھ ساز وسامان دیتا ہے، باپ یا سرپرست اپنی بیٹی کو گفٹ میں کیا دے اور کیا نہ دے؟ یہ فیصلہ خود دینے والے پر ہے، بہ رضا ورغبت اور خوشی خوشی اپنی مالی حیثیت کو سامنے رکھتے ہوئے جو چاہے دے سکتا ہے یہ تو ”تحفہ اور ہدیہ“ کا معاملہ ہے، اسے باپ جانے بیٹی جانے، کسی تیسرے کو اس میں دخل دینے کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے، بلکہ بیٹی بھی کسی قسم کا مطالبہ کرنے کا حق نہیں رکھتی ہے (ہاں مشورہ کے طور پر اپنی پسند کا اظہار کردے تو کوئی حرج نہیں) کیونکہ گفٹ وتحفہ عام طور پر دینے والے کی مرضی پر منحصر ہوتا ہے، رہی بات داماد صاحب اور سمدھی صاحب اور ان کے لواحقین ورشتہ داروں کی؟ تو نکاح مسنونہ کا اس لین دین سے دور کا بھی رشتہ نہیں، نکاح کے ساتھ اس کو جوڑنا دنیا دار جاہلوں کی رائج کردہ بدترین رسم اور بدعت ہے۔ ان رسموں میں وقت یا دولت لگانا، ان سے دل چسپی لینا اسلامی معاشرہ سے دشمنی ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانی ومقدس سنت میں غیر اسلامی ایجادات وخرافات کی ملاوٹ کرنا اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے، اس لئے لڑکے والوں کو جہیز کے مسئلہ میں نہ زبان کھولنی چاہئے اور نہ ہی امید ولالچ رکھنی چاہئے، اپنا گھر اور جیب بھرنے کے لئے کسی دوسرے کا گھر اور جیب خالی کرنا مروت وغیرت سے محروم ہونے کی علامت ہے اور اس کا

انجام خود اپنی بربادی ہے۔

اپنے سکھ کے لئے اوروں کو نہ پہنچاؤ دکھ   ہر برے کام کا انجام برا ہوتا ہے

جہیز کے لالچی تنگدستی کا شکار ہوجاتے ہیں

یاد رکھئے! جو لوگ جہیز اور دولت کی حرص ولالچ میں شادیاں کرتے ہیں ان پر ہر وقت خدائی قہر کے بادل منڈلاتے رہتے ہیں، ایسے لوگوں پر کسی نہ کسی وقت تنگدستی اور محتاجی کی مار ضرور پڑتی ہے۔ ہمارے آقا ومولیٰ محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ”جو شخص کسی عورت سے اس کے مال و دولت کی لالچ میں شادی کرتا ہے اللہ تعالیٰ دولت کے بجائے اس کی تنگدستی ہی کو اور زیادہ بڑھا دیتے ہیں۔ (مرقات شرح مشکاۃ ۶/۱۸۸)

شادی بیاہ کی رسموں نے ہمیں کیا دیا؟

دنیا پہنچ گئی ہے کہاں سے کہاں مگر   احسن ہم اب بھی قید ہیں رسم ورواج میں

(۱) ان رسموں کی بدولت ہم کو قومی ہمدردی سے ”محروم دل ودماغ“ اور قومی مفادات سے نظریں چرانے والا سماج ملا۔

یعنی جس رقم سے غریبوں کے لئے اسکولز وکالجز کی تعمیر ہوسکتی تھی، جو دولت ہزاروں غریبوں کی تعلیمی فیس کے کام آسکتی تھی، جس دولت کے ذریعہ بیماروں کے علاج کے لئے ہسپتال تعمیر کئے جاسکتے تھے اور جس رقم سے اپنی ماں، بہنوں کی عزت وآبرو کے لئے نرسنگ ہوم چلائے جاسکتے تھے تاکہ آپریشن جیسی ضرورتوں کے مواقع پر غیروں کی بُری نظروں سے بچایا جاسکے، وہ رقمیں زبان کے چٹخارہ اور دادِ عیش دینے میں برباد ہورہی ہیں جب کہ غیور وخوددار ضرورت مندوں کا ایک طبقہ فاقوں سے بدحال آپ کے تعاون کا منتظر زبانِ حال سے کہہ رہا ہے:

میرے فاقوں کا بھی بھرم رکھنا میرے پروردگار!
میری خودداری نے ابھی تک ہاتھ پھیلایا نہیں

افسوس کہ جن رقموں سے آخرت کا دائمی لطف اور ہمیشہ ہمیش کا عیش وآرام حاصل کیا جا سکتا ہے، ان کو جنت سے دوری اور اللہ کی ناراضگی کے کاموں میں صرف کرنے کی وجہ سے دونوں جہان میں ہماری رسوائی ہو رہی ہے۔

(۲) ان رسموں نے ہمیں لڑکے اور لڑکیوں کے نام پر ''فیکس ڈپوزٹ'' کا رجحان اور سود کے مال سے دعوت کھلانے کا بدترین اور مجرمانہ شوق دیا۔

(۳) ناجائز طریقے پر دولت کمانے کی حرص وہوس دی۔ تف ہے ایسی لالچ پر۔

(۴) بارات کی رسم نے ہمیں ''دوسروں کی دولت ومحنت'' پر اپنی شان وشوکت کا مظاہرہ کرنے کا حوصلہ دیا جو باعث شرم ہے، ایسے شوق وحرص اور حوصلہ کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔

(۵) **بارات کی بدترین شکل**: بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ لڑکی والے ''بارات'' کو منع کرتے ہیں یا تھوڑے افراد کی مختصر سی بارات چاہتے ہیں، لیکن لڑکے والے دباؤ ڈال کر ''بارات کی منظوری پر اسے آمادہ کرتے ہیں اور لمبی بارات لیکر پہونچ جاتے ہیں، بارات کی یہ شکل اور زیادہ بری ہے، کیونکہ اس شکل میں کئی برائیاں ہیں

(الف) بارات لے جانا اور بارات میں شریک ہونا بجائے خود ایک گناہ ہے۔

(ب) کسی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا، منھ زوری کر کے لڑکی والوں کو بارات کی ضیافت ومیزبانی پر آمادہ کرنا دوسرا گناہ ہے۔

(ج) پھر جو شخص دباؤ میں آکر کھلانے پلانے پر آمادہ ہوا ہو اس کی دعوت کھانا صراصر ناجائز ہے، اللہ کے آخری رسول محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہمیں کیا تعلیم دی ہے؟ اور ہم کیا کر رہے ہیں؟ ذرا غور سے پڑھئے۔

اَلا لَا تَظْلِمُوْا اَلَا لَایَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ اِلَّا بِطِیْبِ نَفْسٍ مِنْهُ. (مشکاۃ شریف: ۲۵۵)

یعنی خبردار! کسی پر ظلم وزیادتی مت کیا کرو، اور سنو! کسی انسان کا مال (دوسرے انسان کے لئے) اس وقت تک حلال اور جائز نہیں ہوتا ہے جب تک وہ خوش دلی سے (بغیر

کسی دباؤ کے) اجازت نہ دیدے۔

(۶) ان رسموں نے ہمیں بے غیرتی وبے شرمی کی اس منزل تک پہونچا دیا کہ ہم دوسروں کی حرص وہوس (یعنی باراتیوں کی میزبانی) کے لئے یا اپنی شان وشوکت دکھانے کے لئے یا عزت بچانے کے لئے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہو گئے۔

(۷) ان ہی رسموں نے ہمیں جہیز کا لالچی اور نیوتہ کا حریص بنایا، کیا یہ شرم کی بات نہیں ہے کہ آدمی ضرورت کے موقع پر اپنے کسی خاص عزیز، رشتہ دار یا دوست کو تعاون اور امداد کے طور پر کچھ رقم یا سامان دے پھر اسے وصول کرنے کی فکر میں لگ جائے حتیٰ کہ ''شادی یا عقیقہ'' جیسی تقریبات کا چانس نہ مل سکے تو ''روزہ کشائی'' اور انگریزوں کے نقش قدم پر چل کر ''سالگرہ'' کی تقریب ہی سہی، بہر حال گئی ہوئی رقم جلد ہی واپس آنی چاہئے، اسلام کی نظر میں چھچھورا پن کبھی بھی حوصلہ افزائی کے قابل نہیں رہا ہے۔

(۸) ان رسموں نے ہمیں بے پردگی، بے شرمی، بے غیرتی اور بر سر بازار سیکڑوں بلکہ ہزاروں کے مجمع میں ''میک اپ'' کے ساتھ گھومنے، پھرنے کی وہ جرأت دی جس پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں، شرفاء ماتم کرتے ہیں اور آوارہ قسم کے لوگ بدنیتی کے ساتھ بدنگاہی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

نیوتہ کی رسم اور ٹینشن

نیوتہ کی رسم ''جہیز کے مطالبہ'' ہی جیسی ایک غلط رسم ہے، اس لین دین میں خلوص ومحبت اور مروت وہم دردی بہت کم ہوتی ہے، مفاد پرستی وخود غرضی زیادہ ہوتی ہے، یاد رکھئے جب کوئی قوم خود غرضی کا شکار ہو جاتی ہے اور اس میں نفسانی تعیش وآرام سرایت کر جاتا ہے تو وہ قوم ایثار وہمدردی اور انسانی غمخواری سے یکسر محروم ہو جاتی ہے۔

بہر حال خود غرضی پر مبنی اس لین دین میں سب سے بُرے وہ غریب پھنستے ہیں جو مالی اعتبار سے کم زور ہوتے ہیں، دعوت کا ہر کارڈ اور ہر لفافہ ان کے لئے سوہانِ روح بن

کرآتا ہے جس سے ان کا دماغ ماؤف ہوجاتا ہے، دل کی دھڑکیں تیز ہوجاتی ہیں، غریب بے چارہ بڑی کشمکش اور ٹینشن میں پڑ جاتا ہے، دعوت میں شرکت کرے اور لفافہ نہ پیش کرے تو رسوائی وشرمندگی، شرکت نہ کرے تو طعنے سنے، ایک بار، دوبار نہیں، بس! کرم فرما احباب ورشتہ دار جب تک سنائیں سنتا رہے، سنتا رہے کڑھتا رہے، اور اگر قرض لے کر لفافہ پیش کردے تو قرض کہاں سے ادا کرے؟ خدا کی پناہ اتنا گندہ سماج؟ ایسا برا معاشرہ؟

(۹) ان رسموں نے ہمیں سودی قرض کی لعنت میں بھی گرفتار کیا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سود و بیاج میں ستر قسم کے گناہ ہیں سود کا سب سے ہلکا گناہ ایسا ہے جیسے ''اپنی ماں سے بدکاری کرنا'' دوسری حدیث پاک میں ہے: رسول پاک ﷺ نے سود لینے والے، سود دینے والے، اس کی تحریر لکھنے والے اور زکاۃ نہ دینے والے پر لعنت بھیجی ہے۔
(ابن ماجہ، سنن بیہقی ونسائی، مشکوٰۃ شریف: ۲۴۶)

(۱۰) ان بے ہودہ رسموں نے ہمیں یہاں تک پہونچا دیا کہ لڑکے لڑکیاں دلوں میں شادی کا ارمان لئے اور حسرتوں کا مزار بنے بیٹھے ہیں، لڑکے اس انتظار میں جوانی ضائع کررہے ہیں کہ ''جب عورت کے ساتھ دولت بھی ملے گی تو شادی کریں گے'' اور لڑکیاں اس انتظار میں بوڑھی ہورہی ہیں کہ ''یا تو پاپا کے پاس جہیز دینے کا سامان فراہم ہوجائے یا کوئی ''شریف مرد'' ملے جو دولت کا لالچی وحریص نہ ہو، بلکہ شیر کی طرح اپنے قوتِ بازو کی کمائی پر بھروسہ کرکے اپنا گھر بسانا جانتا ہو، تب شادی ہوگی'' تو کیا موجودہ حالات میں یہ کہنا غلط ہے؟ کہ ''ہمارے سماج میں ایسے شریف جوانوں اور مردوں کا قحط ہے، ہمارا معاشرہ شریف مردوں سے خالی اور محروم ہے؟

یاد رکھئے! یہ سب دین ہے غیر اسلامی کلچر اور غیر مہذب رسموں کی، جب تک ان رسموں سے توبہ اور نفرت نہ کی جائے گی صرف پریشانیوں کا ماتم کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

سزا ہے تیری بدمستی کی، اب رونے سے کیا حاصل؟ نہ تو یوں بے خبر ہوتا، نہ گرتا تیرا پیمانہ

لہٰذا نوجوانو! اٹھو اور دین و دنیا دونوں کو تباہ کردینے والی ان رسموں کے خلاف پوری قوت کے ساتھ احتجاج کرو! زبانی احتجاج بھی کرو اور عملی احتجاج سے بھی نہ چوکو۔

شادی میں کرنے کے کام یعنی نکاح کے (19) مستحبات وسنن

اگر آپ نکاح کی صدا بہار برکتوں سے مالا مال ہونا چاہتے ہیں تو درج ذیل 19 اسلامی نکات کو اپنایئے اور دونوں جہان کی سعادتوں اور رحمتوں سے دامن بھر لیجئے:

(**1**) جب کوئی شخص نکاح کرنا چاہے خواہ مرد ہو یا عورت تو منگنی یعنی نکاح کا پیغام دینے سے پہلے (بہتر ہے کہ) ایک دوسرے کے حالات کی اور اس کے عادات واطوار کی اچھی طرح معلومات حاصل کرلے، تاکہ بعد میں ناچاقی واختلاف کی نوبت نہ آئے۔

ہدایت (۱): مرد کو تحقیقات کے وقت ان چار چیزوں پر نظر رکھنی چاہئے:
(۱) دین داری پر (۲) حسب ونسب (خاندان اور عرفی حیثیت پر) (۳) حسن وجمال پر (۴) خوش خلقی وسلامتیٔ مزاج پر۔

ہدایت (۲): بہتر یہ ہے کہ عورت خوش خلقی میں اپنے سے زیادہ، مال ودولت، زور وقوت، قد وقامت اور عمر میں اپنے سے کم ہو، اگر کئی عورتیں ان اوصاف کی ہوں تو ان میں سے اس کو ترجیح دے جو کم مہر پر راضی ہوجائے۔

ہدایت (۳): جو عورت دیندار ہو مگر شکل وصورت میں اچھی نہ ہو وہ ایسی عورت سے بہتر ہے جو شکل وصورت میں تو اچھی ہو مگر دیندار نہ ہو، بانجھ عورت سے نکاح کرنا جائز تو ہے لیکن اچھا نہیں کیونکہ حدیث میں آیا ہے بدصورت عورت جو بانجھ نہ ہو خوبصورت بانجھ سے بہتر ہے۔

(**2**) مرد کے لئے یہ امر بھی مسنون (ومستحب) ہے کہ جس عورت سے نکاح کرنا چاہے معتبر ذرائع سے اس کے حالات معلوم کرلے اور اگر اس کے حالات کو سمجھنے اور معلوم کرنے کی کوئی اور صورت ممکن نہ ہو اور یہ یقین ہو کہ میں اگر اس کو پیغام دوں گا تو منظور

ہوجائے گا تو دیکھنے کی بھی اجازت ہے۔(شامی جلد۴/۶۷، مرقاۃ المفاتیح ۶/۱۹۵)

اسی طرح عورت یا اس کے ولی کو مرد کی ان صفات کا لحاظ رکھنا بہتر ہے:(۱) مرد حسب، عزت اور مال میں عورت کا کفو (برابر یا اس سے بڑھ کر) ہو (۲) عمر میں بہت زیادہ نہ ہو، جو مرد مال و دولت اور نسب وغیرہ میں کفو نہ ہو مگر دینداری میں کفو ہو تو وہ بہتر ہے اس مرد سے جو اور سب باتوں میں کفو ہو مگر دیندار نہ ہو۔(فتاوی شامی ۴/۶۸)

جہاں خوب تفتیش و تحقیق سے تمام امور موافق مزاج معلوم ہوں وہاں مرد کی طرف سے عورت کے ولی کو یا خود عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا جائے، اس کو ہمارے عرف میں نسبت اور منگنی کہتے ہیں۔

(3) مستحب ہے کہ پیغام نکاح بھیجنے سے پہلے دولھا کا ولی یا جو شخص پیغام نکاح کا بھیجنا چاہے نماز استخارہ مسنون طریقہ سے پڑھ لے اس کے بعد پیغام بھیجے، اسی طرح دولہن کے ولی کو یا خود دولہن کو بھی مستحب ہے پہلے نماز استخارہ پڑھ لے اس کے بعد پیغام کی منظوری کا اظہار کرے، کیونکہ ہر اہم کام سے پہلے استخارہ کر لینا مستحب ہے۔(ترمذی شریف ۱/۱۰۹، ومرقاۃ المفاتیح و بخاری شریف ۱/۱۵۵)

(4) مستحب ہے کہ عقد نکاح مسجد کے اندر اور علانیہ طور پر کیا جائے۔حدیث پاک میں ہے: **اَعْلِنُوْا هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوْهُ فِي الْمَسَاجِدِ.** (مشکاۃ شریف ۲/۲۷۲) لیکن مسجد میں دنیا کی بات چیت سے مکمل پرہیز کیا جائے۔

(5) مستحب ہے کہ جمعہ کے دن عصر کے بعد نکاح ہو۔(العرف الشذی علی الترمذی ۱/۲۰۸)

(6) مستحب ہے کہ اگر مجلس میں غیر لوگ بھی ہوں تو دولہن شریک مجلس نہ کی جائے بلکہ اس کا کوئی ولی جو پرہیزگار ہو اور نکاح کے مسائل (و آداب سے واقف ہو) اس کی طرف سے شریک مجلس ہو اور اگر دولہن کا کوئی ولی نہ ہو اور وہ خود بالغہ ہو تو کوئی وکیل اس کا شریک ہو۔(فتاوی شامی و علم الفقہ) ان سب مراتب کے طے ہو جانے کے بعد:

(7) مسنون ہے کہ ایک خطبہ پڑھا جائے جس میں حمد و نعت ہو اور توحید و رسالت کی شہادت ہو اور خدا سے ڈرنے اور اسکے احکام پر عمل کرنے کی اور ''عہد و اقرار'' پر قائم رہنے کی ترغیب ہو، نکاح بھی ایک معاہدہ ہے وہ بھی اس عہد و اقرار کے ضمن میں آجائے گا۔

ضروری مسئلہ

نکاح کا خطبہ پڑھنا تو مسنون ہے مگر اس کا سننا حاضرین پر واجب ہے اور تمام خطبوں کا یہی حال ہے خواہ وہ فی نفسہ مسنون ہوں یا واجب حتی کہ تقریر کے شروع میں جو خطبۂ مسنونہ پڑھا جاتا ہے اس کا بھی اول سے آخر تک سننا حاضرین پر بہر حال واجب ہے۔(طحطاوی شرح مراقی الفلاح ۲۱۳، واحسن الفتاوی ج۵/۳۵)

دولہا کو کلمہ پڑھانا نہ سنت ہے، نہ مستحب

نکاح کے وقت جو ہمارے ملک ہندوستان کے بعض مقامات میں دستور ہے کہ نکاح پڑھانے والے ''دولھا'' سے تجدید ایمان کے کلمات پڑھواتے ہیں یعنی اس سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور آمنت باللہ وغیرہ کہلواتے ہیں یہ نہ مسنون ہے نہ مستحب۔اس دستور کو ایسا لازم سمجھ لینا کہ ہر شخص کے ساتھ اسکا عملدرآمد کیا جائے خواہ ذی علم بھی ہو اور محتاط بھی ہو محض نادانی ہے اور اگر اس کو مسنون یا مستحب سمجھ لیا جائے تو بدعت ہو جائے گا۔ (علم الفقه)

(8) مہر جہاں تک ممکن ہو کم باندھا جائے اور مالی حیثیت سے زیادہ ہرگز نہ ہونے پائے، زیادہ مہر باندھنے میں کوئی خوبی نہیں ہے بلکہ نہایت مناسب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات یا بنات طیبات رضی اللہ عنہن اجمعین کے مہروں میں سے کسی مہر کو اختیار کرے انشاء اللہ تعالیٰ باعث برکت ہوگا۔(علم الفقه)

(9) نکاح ہو جانے کے بعد چھوہاروں کا ایک طباق لٹا دینا مستحب ہے۔(اعلاء السنن ۱۱/۱۱)

(10) نکاح ہو جانے کے بعد اعزہ اور احباب زوجین کو مبارکباد دیں اور اس طرح کہیں ''بَارَكَ اللّٰهُ لَكُمَا وَبَارَكَ اللّٰهُ عَلَيْكُمَا وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا بِخَيْرٍ (ابوداؤد شریف ۱/۲۹۰)

''اللہ تم کو یہ نکاح مبارک کرے اور تم دونوں میں اتفاق اور بھلائی کے ساتھ یکجائی رکھے''۔ یہ مبارکبادی مستحب ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح ۶/۲۵۰) اور عورتیں دولہن کو اس طرح بھی مبارکبادی دے سکتی ہیں '' عَلَى الْخَيْرِ وَالبَرَكَةِ وَعَلٰى خَيْرٍ طَائِرٍ. (بخاری شریف ۲/۷۷۵)

(11) دولہن کو آراستہ کر کے رخصت کرنا مستحب ہے، تاہم اس کا لحاظ رہے کہ مذہب وشریعت کی خلاف ورزی نہ ہو، ناجائز چیزوں کا استعمال نہ ہو، نامحرم کا ہاتھ نہ لگے، بھویں باریک نہ کیجائیں وغیرہ۔

(12) جہیز وغیرہ کا لین دین

جہیز وغیرہ کا مطالبہ کرنا ناجائز ہے لیکن باپ کا اپنی لڑکی کو نکاح کے وقت جہیز دینا سنت نبویہ سے ثابت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شادی کے وقت جہیز دیا ہے متعدد روایات کے مطابق حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو درج ذیل سامان حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمائے تھے (۱) یمنی چادریں دوعدد (۲) نہالیاں دو عدد (۳) گدے چار عدد (۴) چاندی کے بازوبند دوعدد (۵) تکیہ (جس میں کھجور کی چھال بھری گئی تھی) ایک عدد (۶) پیالہ ایک عدد (۷) مشکیزہ ایک عدد (۸) چکی ایک عدد (۹) منقش تخت یا پلنگ ایک عدد (۱۰) گھڑا ایک عدد۔ (بہشتی زیور حصہ ۶/ وحاشیہ)

ضروری ھدایت : دولہن کو رخصت کرا کے لیجانے والے کو جہیز کے بارے میں زبان کھولنے کی اجازت نہیں ہے، بلکہ اشارہ کنایہ سے بھی بچنا لازم ہے، اور دینے والوں کو بھی تین چیزوں کا لحاظ رکھنا چاہئے (۱) اختصار یعنی گنجائش وحیثیت سے زیادہ دینے کی فکر میں نہ پڑیں (۲) ضرورت کا لحاظ رکھیں بیٹی کو فی الحال جن چیزوں کی ضرورت ہو وہی چیزیں دی جائیں (۳) نمائش، دکھاوا اور چرچا نہ کیا جائے۔ (بہشتی زیور) (جہز کی حقیقت پر تفصیلی مضمون ص ۳۹ پر ملاحظہ ہو)

(13) اسی طرح نکاح کے موقع پر شوہر کی طرف سے عورت کو کپڑے وغیرہ دینا حدیث وسنت سے ثابت ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس وقت نکاح کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رُخصتی کرانے کا ارادہ فرمایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اَعْطِهَا شَيْئًا، قَالَ : مَا عِنْدِيْ مَا اُعْطِيْهَا، قَالَ : فَاَيْنَ دِرْعُکَ الْحُطَمِيَّةَ ؟. (سنن أبي داؤد ۱/۲۸۹)

علی! ''فاطمہ کو کچھ دو'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میرے پاس دینے کے لئے کچھ نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ کی حطمی زرہ کہاں ہے؟

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ زرہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو دی پھر خلوت فرمائی۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نفس ہبہ کیا اور آپ کو اس کی کوئی حاجت نہ تھی تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ کو حاجت نہیں تو میرے ساتھ نکاح کر دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس اس کو دینے کے لئے کچھ ہے انہوں نے کہا میری چادر کے سوا (میرے پاس) کچھ نہیں، فرمایا کچھ تلاش کر کے لاؤ اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو''۔

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ شوہر کو عورت کے پاس جانے سے پہلے اس کو کچھ دینا چاہئے یہ عورت کا حق ہے۔ پس شادی میں کپڑے زیور وغیرہ دینے کا جو رواج ہے یہ رواج فی نفسہ خلاف شرع نہیں ہے۔ البتہ اس میں افراط وغلو مناسب نہیں کہ اس قدر اہتمام کیا جائے جس سے پریشانی ہو اور قرض کا بار عظیم ہو جائے۔ باقی اپنی حیثیت کے موافق اہتمام کرنا شریعت کے موافق ہے۔ اور لڑکے کو جو جوڑا دیا جاتا ہے اس کا ثبوت جزئی تو نہیں ہے مگر کلی ثبوت حدیث '' تہادوا تحابوا'' سے اس کا بھی ہے اگر غلو والتزام نہ ہو تو اس کا بھی مضائقہ نہیں۔ واللہ اعلم۔ (امداد الاحکام ۲/۳۷۲)

وفيه دليل على انه ينبغى تقديم شئ لزوجته قبل الدخول بها جبراً لخاطرها وهو المعروف عند الناس. (سُبُل السلام ۳/۱۵)

(14) بیٹی وداماد کیلئے رسول اکرم ﷺ کا خاص عمل

جس روز حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا رخصت ہوکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچ گئیں، عشاء کی نماز کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے اور دونوں کے حق میں مخصوص طریقہ پر دعا فرمائی، حضرت فاطمہ زہراءؓ سے فرمایا: تھوڑا پانی لاؤ، چنانچہ وہ ایک لکڑی کے پیالے میں پانی لے کر حاضر ہوئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ ان سے لے لیا اور ایک گھونٹ پانی دہنِ مبارک میں لے کر پیالے میں ڈال دیا اور فرمایا آگے آؤ وہ سامنے آکر کھڑی ہوگئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینہ اور سر پر پانی چھڑکا اور دعا فرمائی: "اَللّٰھُمَّ اِنِّي اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" اور اس کے بعد فرمایا: میری طرف پشت کرو، چنانچہ وہ آپؐ کی طرف پشت کرکے کھڑی ہوگئیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی پانی بھی یہی دعا پڑھ کر پشت پر چھڑک دیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی جانب رخ کر کے فرمایا: پانی لاؤ، حضرت علیؓ کہتے ہیں میں سمجھ گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا چاہتے ہیں؟ چنانچہ میں نے بھی پیالہ پانی کا بھر کر پیش کردیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگے آؤ، میں آگے آگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اَللّٰھُمَّ اِنِّي اُعِیْذُہٗ بِکَ وَذُرِّیَّتَہٗ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" پڑھ کر اور پیالے میں کلی کرکے میرے سر اور سینہ پر پانی کے چھینٹے دیئے، پھر فرمایا پشت پھیرو، میں پشت پھیر کر کھڑا ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی کلمات پڑھ کر پیالے میں کلی کرکے میرے مونڈھوں کے درمیانی حصہ پر پانی کے چھینٹے دیئے، اس کے بعد فرمایا: اب اپنی دولہن کے پاس جاؤ۔ (کنز العمال ۷/۳۱۰)

اہل علم سے گذارش ہے کہ اس سنت کو زندہ کریں اور لوگوں کو بتائیں کہ دولہن کا کوئی نیک محرم یہ عمل کردیا کرے۔

(15) نکاح کے بعد جب تنہائی میں بیوی سے پہلی ملاقات ہو تو اس کی پیشانی کے بال پکڑ کے یہ دعا پڑھے "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَمَا جَبَلْتَھَا عَلَیْہِ،

وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّمَا جَبَلْتَھَا عَلَیْہِ". (مشکاۃ شریف ۲۱۵، ابو داؤد شریف مع بذل المجھود ۳/۲۵۷) اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اس بیوی کی خیر وبرکت کا اور اس کے اخلاق وعادات کی خیر وبرکت کا، اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اس کی برائی اور اس کے اخلاق وعادات کی برائی سے۔

(16) اس موقع پر دولہا ودلہن کو دو رکعت نفل نماز شکرانہ ادا کرنی چاہئے، نماز کے بعد شوہر دعا کرے اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِيْ فِیْ أَھْلِيْ وَبَارِکْ لَھُمْ فِيَّ ، اَللّٰھُمَّ اجْمَعْ بَیْنَنَا بِخَیْرٍ وَفَرِّقْ بَیْنَنَا اِذَا فَرَّقْتَ اِلَی الْخَیْرِ اور بیوی آمین کہے۔ (طبرانی، وقایۃ الانسان ۲۸۶، ومصنف ابن ابی شیبہ)

(17) جب بیوی سے ہمبستری کا ارادہ کرے تو کپڑا اتارنے سے پہلے یہ دعا پڑھے "بِسْمِ اللہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا". (مسلم شریف ۱/۴۶۳، وبخاری شریف ۲/۹۴۵) اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اے اللہ! آپ ہماری شیطان سے حفاظت فرمائیں اور ہمیں جو اولاد عطا فرمائیں اس کی بھی شیطان سے حفاظت فرمائیں۔

حدیث پاک میں ہے کہ جو شخص "وقت خاص" سے پہلے اس دعا کو پڑھے گا اگر نطفہ ٹھہر گیا اور لڑکا یا لڑکی کی پیدائش ہوئی تو شیطان کبھی بھی ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا یعنی اس کو گمراہ نہیں کرسکے گا۔

(18) انزال کے وقت دل دل میں دعا پڑھی جائے " اَللّٰھُمَّ لَاتَجْعَلْ لِلشَّیْطَانِ فِیْمَا رَزَقْتَنِيْ نَصِیْباً". اے اللہ! آپ نے میرے لئے جو لڑکا یا لڑکی مقدر فرمائی ہے اس میں شیطان کو کچھ بھی حصہ نہ دیجئے۔

نوٹ: اس وقت خاص میں زبان سے کچھ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح ۵/۹۴-۱۹۳)

(19) ولیمہ مسنونہ

جس شخص کو انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتِ نکاح ادا کرنے کی توفیق اور اپنی پسند کی

رفیقۂ حیات مل گئی حیات و مقصد حیات کا تکملہ اسکے ہاتھ لگ گیا سکون وراحت کا سامان ،ترقیات کا زینہ اور زندگی کا سہارا مل گیا یعنی وہ عظیم نعمت ہاتھ آ گئی جسکے انتظار میں عرصہ سے رات دن ایک کئے جا رہے تھے،نشاط وانبساط اور فرحت ومسرت کا اس سے زیادہ دلکش وپُر بہار موقع کیا ہوسکتا ہے؟اس خوشگوار وپُر مسرت موقع پر بآسانی وبلا تکلف دستیاب ہوجانے والے متعلقین اور دوست احباب کے ساتھ خورد ونوش اور (کھانے پینے) کی محفل جمانے کا نام ولیمہ ہے رسول اللہ صلی علیہ وسلم اسی طرح بلا تکلف دعوت ولیمہ فرمایا کرتے تھے۔

❍ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کے ولیمہ میں نہ اونٹ ذبح ہوا نہ بکری ،نہ سالن پکا،نہ روٹی ،صرف ایک پیالہ دودھ حضرت سعد بن عبادہؓ کے گھر سے آ گیا تھا،گھر میں پہلے سے چند عورتیں موجود تھیں آپ نے دولہن کے ساتھ ان عورتوں کو بھی شریک کرلیا اور ولیمہ ہوگیا۔(مسند امام احمد بن بن حنبلؒ ۶/۴۵۸ تا ۴۴۱)

❍ ایک شادی میں آپ نے ''دومد جَو'' سے ولیمہ کردیا،دومد جو کی مقدار ایک کلو پانچ سواسی گرام ہے۔(بخاری شریف ۲/۷۷۷،وفتح الباری ۹/۲۹۹) ڈیڑھ کلو جو سے جو کھانا تیار کیا گیا اس سے کتنے لوگ شکم سیر ہوسکتے ہیں اور وہ کتنا بڑا ولیمہ ہوسکتا ہے آپ خود اندازہ لگالیں۔

❍ ام المؤمنین حضرت صفیہؓ سے حضور ﷺ کا ازدواجی رشتہ سفر کی حالت میں ہوا جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی زوجیت میں لے لیا اور ان کے ساتھ رات گذاری تو صبح کو صحابۂ کرام میں اعلان کرادیا کہ ''جس کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہو لیکر آ جائے'' اور آپؐ نے ایک دسترخوان بچھادیا لوگ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق کھجور،گھی اور پنیر لیکر آ گئے ان سب چیزوں کو ملا کر اور ملکر حلوا جیسا کھانا تیار کرلیا گیا جسے اہل عرب ''حَیس'' کہتے ہیں، پھر سب نے مل بیٹھ کر کھالیا اور امام الانبیاء ﷺ کا ''ولیمہ'' ہوگیا۔(مسلم شریف ۱/۴۸۹)

ملاحظہ فرمایئے!نہ وطن پہنچنے کا انتظار کیا گیا نہ گھر کے لوگوں کی شرکت کا اہتمام ہوا اور نہ ہی کوئی اور تکلف کیا گیا اس ولیمہ مسنونہ کا ذکر خیر کرتے ہوئے حضرت انسؓ فرماتے ہیں **ما کان فیھا من خبز ولا لحم** اس ولیمہ میں نہ گوشت تھا نہ روٹی تھی شارح حدیث ملا علی قاری

علیہ الرحمہ لکھتے ہیں ''**ماکان فیھا من خبز ولا لحم اعلام بانہ ما کان فیھا من طعام اھل التنعم والترف بل من طعام اھل التقشف من التمر والاقط والسمن**''

حضرت انسؓ امت کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس ولیمہ میں خوش حالوں اور دولتمندوں کا کھانا نہیں کھلایا گیا تھا بلکہ اس دور کے لحاظ سے اہل تقشّف کا کھانا کھجور، گھی اور پنیر کھلایا گیا تھا۔

مناظر اہل سنت والجماعت مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے اس واقعہ کو نقل فرمانے کے بعد لکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ولیمہ کے لئے باقاعدہ کھانے کی دعوت بھی ضروری نہیں کھانے پینے کی جو بھی مناسب اور مرغوب چیز میسر ہو رکھدی جائے لیکن بدقسمتی کی انتہا ہے کہ ہم مسلمانوں نے جہیز کی طرح ولیمہ کو بھی ایک مصیبت بنالیا۔(معارف الحدیث ۷/۳۲)

علامہ بدرالدین عینیؒ نے اس واقعہ سے چند فوائد مستنبط (اور دریافت) کئے ہیں (۱) بڑوں کو اپنے چھوٹوں کی محبت پر اعتماد کرنا چاہئے جیسے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ پر اعتماد کیا اور بوقتِ ضرورت اپنے چھوٹوں اور متعلقین سے کھانے پینے کی چیز طلب کرنا جائز ہے، (۲) دولہا کے متعلقین ،اعزا،اقارب اور پڑسیوں کے لئے مستحب ہے کہ اپنے یہاں سے کھانا بھجوا کر دعوت ولیمہ میں دولہا کے معاون ثابت ہوں (۳) ولیمہ کھانے پینے کی کسی بھی چیز سے ہوسکتا ہے گوشت روٹی یا ''پیٹ بھراؤ'' کھانا ضروری نہیں ہے۔

لہٰذا ولیمہ سادگی کے ساتھ اپنی مالی پوزیشن کو سامنے رکھ کر کیا جائے اور اتنا مختصر کیا جائے جتنے کا نظم ''اسلامی اصول کے مطابق'' کنٹرول میں رہ سکے یعنی بیٹھ کر کھانے کا نظم ہوسکے، کھانے پینے کا سامان برباد نہ ہو،اس کی مصروفیات کی وجہ سے منتظمین اور میزبانوں میں سے کسی کی نماز باجماعت فوت نہ ہو۔

❑❑❑

مذہب اسلام میں مہر کی اہمیت

مہر عورت کا واجبی حق ہے، حقوق العباد کی اہم ترین کڑی ہے،عورت کا اعزاز اورخلوص ومحبت کی نشانی ہے، احکم الحاکمین نے اپنے کلام پاک میں مہر ادا کرنے کو فرض

اور ضروری بتایا ہے، پڑھئے سورۂ نساء کی چوتھی آیت کریمہ "وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحۡلَةً" (تم اپنی بیویوں کو خوش دلی کے ساتھ ان کے مہر ضرور ادا کردو) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے یہاں مہر کا اتنا اہتمام تھا کہ جب کوئی صحابی شادی کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ دریافت فرماتے مہر کتنا اور کیا طے پایا؟ اور اگر آپ کے سامنے کوئی صاحب نکاح کا ارادہ ظاہر کرتے تو آپؐ ان سے بھی دریافت فرماتے مہر میں دینے کے لئے تمہارے پاس کیا ہے؟ اسی وجہ سے صحابۂ کرام کے پورے سماج میں شادی کے مواقع پر مہر کے انتظام کو بڑی اہمیت حاصل تھی ان کی نظر میں شادی کا سب سے اہم خرچ مہر کا خرچ تھا، اس لئے ان کو سب سے زیادہ فکر مہر کی ہوا کرتی تھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سماج میں مہر کی اہمیت

عبدالمطلب بن ربیعہ اور فضل بن عبادہ غریب گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، اِفلاس وتنگدستی کے شکار تھے، جب سنتِ نکاح کی ضرورت محسوس ہوئی تو سب پر ایک ہی فکر سوار تھی کہ "مہر کہاں سے ادا کی جائے گی؟" اس کا انتظام کیسے ہو؟ اس فکر کو لیکر گھر کے لوگ اکٹھا ہوئے مشورہ میں طے پایا کہ سرکار دو جہاں محمد رسول اللہ ﷺ کے سامنے صورتِ حال رکھی جائے۔

چنانچہ ان دونوں حضرات نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوکر عرض کیا:

يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ قَدۡ بَلَغۡنَا مِنَ السِّنِّ مَا تَرٰى وَاَحۡبَبۡنَا اَنۡ نَتَزَوَّجَ وَاَنۡتَ يَارَسُوۡلَ اللّٰهِ! اَبَرُّ النَّاسِ وَاَوۡصَلُهُمۡ وَلَيۡسَ عِنۡدَ اَبَوَيۡنَا مَا يَصۡدُقَانِ عَنَّا فَاسۡتَعۡمِلۡنَا يَارَسُوۡلَ اللّٰهِ عَلَى الصَّدَقَاتِ. "الحديث" (ابوداؤد شریف: ۲/۴۱۸)

اے اللہ کے رسول! آپ دیکھ رہے ہیں ہم عمر کی کس منزل کو پہونچ چکے ہیں، ہم دونوں شادی کرنا چاہتے ہیں، لیکن ہمارے والدین کے پاس ہماری طرف سے مہر ادا کرنے کے لئے "کچھ" نہیں ہے اور آپ تو حسن سلوک اور صلہ رحمی میں سب پر فائق ہیں، لہٰذا آپ ہمیں زکاۃ وصدقات وصول کرنے کی خدمت "سروس" میں لگا لیجئے تا کہ اس محنت وخدمت

کے صلہ میں جو مال ملے اس سے ہم اپنی ضرورت پوری کرسکیں۔

چونکہ ان دونوں حضرات کا تعلق خاندان بنو ہاشم سے تھا، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے "فراہمی صدقات" کی خدمت ان کے سپرد نہیں فرمائی، لیکن ہاتھوں ہاتھ اسی مجلس میں ان دونوں حضرات کا نکاح کرا دیا، حضرت نوفل بن الحارث کو بلا کر فرمایا کہ تم اپنی بیٹی کا نکاح عبدالمطلب سے کردو اور حضرت محمیہ بن جزء کو بلا کر فرمایا کہ تم اپنی بیٹی کا نکاح فضل کے ساتھ کردو، پھر آپ نے بیت المال سے دونوں حضرات کے مہر ادا کردیئے۔

ایسی ہوتی ہے شرم وحیا

اسے کہتے ہیں "چٹ منگنی پٹ بیاہ" اگر کسی کے پاس دیدۂ عبرت نگاہ ہو تو دیکھ سکتا ہے کہ کس سادگی کے ساتھ نکاح ہوا ہے، غور کیجئے دولہا، دولہن نکاح کے وقت کیسے جوڑوں میں تھے؟ کتنے باراتی آئے تھے؟ منگنی کی رسم میں کتنی رقم اور کتنا وقت صرف ہوا تھا؟ ہم بھی مسلمان ہیں اور ان ہی بزرگوں کے پیروکار ہیں، کیا ہم بھی اسی طرح شادیاں کرتے ہیں؟ میرے بھائی! اسلامی معاشرہ میں، پیغمبر اسلام کے زمانہ میں اور صحابۂ کرام کے سماج میں ان خرافات ورسومات کا تصور بھی نہیں تھا، جن میں ہم اپنا قیمتی وقت اور اپنی دولت برباد کررہے ہیں۔

دیکھئے دو دو شادیاں ہوگئیں اور اعزاء واقارب تو دور رہے دولہا کے والدین تک کو خبر نہیں ہوئی، سمدھیوں کی آپس میں ملاقات نہیں ہوئی، سمدھنوں نے گھر سے باہر قدم نہیں نکالا، سالیوں کا دور دور تک کہیں پتہ بھی نہیں، کیونکہ وہ لوگ شرم وحیا والے لوگ تھے، اسلامی غیرت وحمیت والے لوگ تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اسلامی غیرت وحمیت والا بنادے۔ آمین۔

مہر کی ادائیگی میں لاپرواہی سنگین جرم

اسلامی شریعت میں شادی کے لئے مہر مقرر کرنا اور اس کا ادا کرنا یا ادا کرنے کی قطعی وپکی نیت رکھنا لازمی اور ضروری ہے، اگر مہر کی ادائیگی کی نیت نہیں ہے تو جو نکاح ہوگا وہ شرعی طور پر مشکوک ہوگا۔ (مولانا محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم)

افسوس کہ امت کا ایک بڑا طبقہ ’’مہر ادا کرنے کے فرض کو اہمیت نہیں دے رہا ہے بلکہ اسے صرف ایک نمائشی چیز سمجھتا ہے، بہت سے لوگ جان بوجھ کر اور بلا عذرِ معقول اس فریضہ سے غفلت برتتے ہیں ایسے لوگ مذہب کی نظر میں مجرم ہیں، بڑے افسوس اور شرم کی بات ہے کہ امت میں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں ہے جن کی نیتیں شروع ہی سے خراب رہتی ہیں کہتے ہیں ’’جتنے چاہو طے کردو، کون دیتا ہے اور کون لیتا ہے‘‘ حدیث پاک میں ایسے لوگوں کو ’’دھوکہ باز‘‘ اور بڑا مجرم بتایا گیا ہے، محسنِ انسانیت محمد رسول اللہ ﷺ نے بار بار ارشاد فرمایا جو آدمی کسی عورت سے کم یا زیادہ مہر پر شادی کرلے اور دل میں مہر ادا کرنے کی نیت نہ ہو وہ دھوکہ باز ہے، اگر اس نے مرنے سے پہلے مہر ادا نہ کی تو بدکار و زنا کار کی موت مرے گا اور اللہ کی بارگاہ میں عصمت دری و زنا کاری کا مجرم بن کر پیش ہوگا۔ (الترغیب: ۲/ ۵۹۹و۶۰۲و۳/ ۴۸)

غیر اسلامی کلچر ایمان کے لئے خطرہ

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ فرماتے ہیں پیغمبر اسلام (ﷺ) نے فرمایا: ’’مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ‘‘ جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرتا ہے وہ اسی قوم کا فرد ہے۔

ہمارے کتنے بھائی بہن ہیں جو زندگی کے ہر موڑ اور ہر موقع پر غیر قوموں کے طور طریقے اپناتے ہیں، خوشی اور غمی کے موقعوں پر مذہب کو ایک طرف لگا دیتے ہیں، اسلامی تہذیب کو یکسر نظر انداز کردیتے ہیں اور حد یہ ہے کہ جس خدا کی مہربانی سے خوشی و مسرت کے یہ مواقع نصیب ہوئے، اسی اللہ کو بھول جاتے ہیں، کیا اسے شرافت و انسانیت کہیں گے؟ بہادر شاہ ظفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ظفر آدمی اس کو نہ جانئے گا — گو ہو کیسا ہی صاحبِ فہم و ذکاء
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی — جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

معلوم ہوا آدمی وہ ہے جو نہ عیش و خوشی میں اللہ کو بھولے نہ طیش اور غصہ میں۔

بہرحال! اس حدیث پاک کی روشنی میں فیصلہ کیجئے مذہب سے ہمارا کتنا تعلق ہے؟

پیغمبر علیہ السلام کی نظر میں غیروں کی تہذیب اور ان کا کلچر اپنانے والے لوگ اتنے برے ہیں کہ ان کو غیر قوم کا آدمی بتایا جارہا ہے اور پیغمبر اسلام ان کو اپنی قوم کے لوگوں میں شمار کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں، حضرت مولانا محمد رابع صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

’’مسلمانوں نے غیر قوموں کی عادتوں اور طریقوں کی اتنی زیادہ نقل شروع کردی ہے کہ ان کے طریقے دیکھ کر کوئی ان کے مسلمان ہونے کا یقین نہیں کرسکتا ہے، شادی ہو یا میاں بیوی کا آپسی طریقہ ہو یا اولاد کی تعلیم و تربیت ہو، کسی بات میں بھی مسلمان کی مسلمانی ظاہر نہیں ہوتی، کیا مذہب کے خانہ میں اپنے کو مسلمان لکھا لینا مسلمان ہونے کے لئے کافی ہے؟‘‘

ہم جب اسلامی تہذیب کے دلدادہ تھے تو ہر طرف ہماری حکومتیں قائم تھیں، ہم دنیا پر چھائے ہوئے تھے اور جب سے ہم نے غیر قوموں کی روش اختیار کی اپنے مذہب سے دور ہوئے ساری دنیا میں ذلیل و خوار ہیں۔

غیروں کے طور طریقوں سے بچ کر زندگی گزارنا اللہ کے حبیب ﷺ کا طریقہ ہے اس طریقہ کو زندہ کیجئے اور سو شہیدوں کا (اللہ واسطے اللہ کے راستہ میں سو مرتبہ جان قربان کرنے کا) ثواب حاصل کیجئے، اللہ کے حبیب (ﷺ) کا ارشاد ہے ’’جب میری امت میں بگاڑ آیا ہوا ہو ایسے وقت میں جو شخص میرے طور طریقے پر عمل کرے گا اسے سو شہیدوں کا ثواب دیا جائے گا‘‘۔

○❖○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من قطع میراثا فرضه الله ، قطع الله میراثه من الجنة. (شعب الایمان ج٦)

جو شخص کسی کی میراث کے حصہ میں کٹوتی کرے گا اللہ تعالیٰ جنت کی میراث سے اس کا حصہ کاٹ (کر مظلوم حصہ دار کو دے) دے گا۔

وراثت کی تقسیم میں دیر نہ کیجئے

مرتب

مولانا خورشید انور قاسمی فیض آبادی

استاذِ حدیث وفقہ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

ونائب صدر جمعیۃ علماء یوپی، 9411682120

ناشر: مکتبہ فوز وفلاح

لال باغ مراد آباد (یوپی)

اسلامی زندگی کا شاندار فارمولا

لله الحمد رب السموات ورب الأرض رب العالمين والصلوٰة والسلام على خير خلقه ورسوله امام المتقين وخاتم النبيين محمد وآله واصحابه اجمعين.

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ سماج کو امن وشانتی اور شرافت کا گھوارہ بنانے کے لئے سب سے زیادہ مفید ومؤثر نسخہ کارخانۂ کائنات کے اسی مالک حقیقی کے پاس ہے جس کی حکیمانہ کاریگری سے انسان پردۂ عدم سے صفحۂ ہستی پر نمودار ہوا، کیونکہ

وہی جانتا ہے کہ انسانی حقوق کیا ہیں؟ اور کس انسان کیلئے کیا چیز مفید ہے، اور کیا نقصان دہ ہے؟ کرم ہے اس کریم کا کہ اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے کتاب وسنت کی شکل میں جو ابدی پیغام بھیجا اسمیں فسق وفجور اور فحاشی وعیاشی، ظلم وزیادتی اور قتل وغارت گری سے دم توڑتی انسانیت کا درماں بھی ہے؟

اور طبقاتی کشمکش، علاقائی عصبیت، فرقہ وارانہ منافرت کے زخموں سے چور انسانیت کا علاج بھی ہے؟

اور شراب خوری، سودخوری، قمار بازی، رشوت کی گرم بازاری، سیم وزر کی غیر محدود حرص ولالچ اور خواہشات نفسانیہ کی منحوس غلامی کے زہر ہلاہل سے نڈھال ونیم جاں انسانیت کی چیختی تڑپتی روح کا تریاق بھی ہے؟

اور انسان کی صالح فطرت کی توانائی وقوت کے لئے لازوال ہدایات بھی ہیں؟

اس لئے تہذیب وتمدن کو شرف ومجد اور کمالات انسانی کا پُر امن گھوارہ بنانے کے لئے سب سے بہتر فارمولا اسی مالک بحر وبر اور خالق خیر وشر کا بنایا ہوا فارمولا ہے، جو انسانیت کا خالق اور انسانی ضرورت وفطرت کا سب سے بڑا دانا وبینا ہے **اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ** یہی وجہ ہے کہ اس نے دوٹوک لفظوں میں اعلان کردیا کہ

میرے بھیجے ہوئے نظام زندگی اور دستور حیات کے سوا کسی بھی قانون اور مذہب کی پذیرائی میری بارگاہ میں ہرگز نہیں ہوگی۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ. (قرآن کریم)

احکام کے ساتھ سوتیلا پن

اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان یقیناً مذہب اسلام کے نام لیواؤں کے لئے عظیم ولازوال خوشخبری ہے، لیکن جولوگ اسلام کی صداقت وحقانیت کا دم بھرنے کے باوجود احکام اسلام میں من مانی تفریق وامتیاز کرتے ہیں، بارگاہ ایزدی میں ان کا شمار اللہ تعالیٰ کے فرمابرداروں میں نہیں، شیطان لعین کے پیروکاروں میں ہوتا ہے، اسلام کی تعلیمات میں تفریق عملی ہو یا اعتقادی خطرہ کی گھنٹی ہے، کیونکہ اس کا منشاء ومبدأ اتباعِ ہوا یعنی ''خواہشات کی غلامی'' اوراس کا انجام ومنتہیٰ معاشرہ کی بربادی ہے، جو مذہب اسلام کی دلکش پیشانی پر یقیناً کلنک کا ٹیکہ ہے، بلکہ اعتقادی تفریق تو یہودی فکر ''نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ'' کی تقلید ہے، اس فکر کے حاملین کوقرآن حکیم کھلےلفظوں میں ''أُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ حَقًّا'' کہہ کر مؤمنین کی جماعت سے قطعاً خارج کرچکاہے، ہمارے سماج میں اگرچہ ایسےلوگوں کی کمی نہیں ہے جواپنی فکر کے مقابلے میں بہت سی مذہبی فکروں کو یہ کہہ کر نظرانداز کردیتے ہیں کہ ''میں اس کونہیں مانتا ہوں'' لیکن اس وقت ہمارے سامنے امت مرحومہ کا وہ طبقہ ہے جوفکر واعتقاد میں اگرچہ سلامت روی کا مظاہرہ کرتا ہے؛ لیکن دنیاوی اغراض ومفادات یاکسل ولاپرواہی کی بنیاد پر احکام وفرائض میں عملاً تفریق کرتا ہے۔ مسلم سوسائٹی کا جائزہ لینے والوں کوخوب معلوم ہے کہ اس سوسائٹی میں خاصی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جوایک فرض کی بجاآوری میں مستعد ہیں لیکن دوسرے فرض سے بالکل غافل اور بےخبر ہیں مثلاً نماز پڑھتے ہیں، زکوۃ نہیں دیتے اوراستطاعت کے باوجود فریضۂ حج

کی ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں۔ یا نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کی ادائیگی میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں لیکن قرض کی ادائیگی سے جان چراتے ہیں، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے حقوق کو پامال کرتے رہتے ہیں، مال میراث اورامانتوں کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔

یہ تفریق قرآن کریم کی نظر میں شیطان کی پیروی اورنفس کی غلامی ہے ایسے مسلمانوں کو قرآن کریم ''بلاامتیاز تمام اسلامی احکام پرعمل پیراہونے'' کی تاکید کرتے ہوئے کہتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ.

''اے ایمان والو! پورے اسلام میں داخل ہوجاؤ اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو، یقیناً وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے''۔ آج مسلم معاشرہ میں جن احکام کے ساتھ امتیاز وسوتیلا پن برتا جارہا ہے ان کی طویل فہرست میں ''وراثت کی تقسیم'' کا مسئلہ بہت نمایاں اور بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

میراث کی منصفانہ تقسیم میں تاخیر کے تباہ کن نتائج

اس فرض کا انکار کرنا کفراور تقسیم میں ٹال مٹول کرنا گناہ کبیرہ ہے

کسی شخص (مرد، عورت اور بچہ) کے انتقال کرجانے کے بعد اس کے مال میں اپنی مرضی سے تصرف کرنے کا اختیار کسی کو بھی حاصل نہیں رہتا ہے، نہ ماں کو، نہ باپ کو، نہ بھائی کو، نہ بہن کو، نہ بیوی کو، نہ شوہر کو، بلکہ تجہیز وتکفین، قرض کی ادائیگی، جائز وصیت کی تنفیذ کے بعد بچا ہوا مال تمام وارثین کا مشترکہ مال ہوتا ہے جسکو تقسیم کرنا ایک اہم شرعی فریضہ ہے، اس لئے کسی مستند اور ماہر عالم یا مفتی سے معلومات کرکے وراثت کا مال بلاتاخیر پہلی فرصت میں تقسیم کرنا انتہائی ضروری ہے اور جولوگ اس مال پر قابض ہوں ان کا اولین فریضہ ہے کہ

اس طرف خصوصی توجہ کریں تاکہ دوسرے کے مال میں بے جا اور ناجائز تصرف اور کسی کی حق تلفی کے وبال سے محفوظ رہیں۔

تفسیم میں تاخیر: وراثت کے مال کو اسلامی تعلیم اور شرعی اصول کے مطابق تقسیم نہ کرنے سے بہت ساری برائیاں جنم لیتی ہیں۔

پہلی برائی: ترکہ کی زمین، جائداد اور مال ودولت پر جس کا قبضہ ہوتا ہے وہ اپنے اختیار سے اس میں تصرفات کرتا ہے، لین دین، خرچ واخراجات میں اپنے آپ کو مختارِ کل سمجھتا ہے؛ لہٰذا دوسرے وارثین اور مستحقین کی حق تلفی ہوتی رہتی ہے۔

دوسری برائی: اور اگر بالفرض حق تلفی نہ بھی ہو تو بھی عموماً رنجش اور شکایت کی نوبت آہی جاتی ہے، کیونکہ جب کسی کی خواہش یا ضرورت پوری نہیں ہوتی ہے تو وہ بااختیار شرکاء کو اس کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے اور شکوے شکایت شروع کر دیتا ہے۔

تیسری برائی: آپس کے تعلقات کشیدہ ہوتے ہیں، تلخیاں پیدا ہوتی ہیں، لڑائی جھگڑے تک کی نوبت آجاتی ہے بلکہ کبھی کبھی بڑے بھیانک نتائج سامنے آجاتے ہیں آخر کار یہ سب کچھ ہو جانے کے بعد تقسیم ہوتی ہے۔ ع: ہر چہ دانا کند، کند ناداں ولے بعد از خرابی بسیار، (عقل مند آدمی جو کام کرتا ہے بے وقوف بھی وہی کرتا ہے لیکن بڑی بربادیوں کے بعد) یہی کام جو ''بعد از خرابی بسیار'' کیا جاتا ہے، دانشمندی کا تقاضہ یہ ہے کہ خوش گوار حالات میں ہی کر لیا جائے تاکہ شریعت کی، اللہ ورسول کی بات بھی رہ جائے اور دنیا وآخرت میں ذلت ورسوائی کا سامنا بھی نہ کرنا پڑے۔

چوتھی برائی: وراثت تقسیم نہ ہونے کی صورت میں بہت سے حصہ دار ورثاء اپنے حقوق سے محروم کر دیئے جاتے ہیں بالخصوص میت کے کم زور لڑکے، اسی طرح لڑکیاں خاص طور پر اس ظلم عظیم کا شکار ہو جاتی ہیں، کیونکہ وہ اپنے آبائی وطن، بھائی، بہن اور خاندان سے

والہانہ محبت کی بنیاد پر دیرینہ تعلقات، آمد ورفت، لین دین اور رشتوں کو باقی رکھنا چاہتی ہیں؛ لیکن چونکہ معاشرے میں لڑکیوں کو وراثت دینے کا دستور نہیں ہے؛ بلکہ سے اسے معیوب سمجھا جاتا ہے اس وجہ سے اپنا حق شرعی لینے والی یا اسکا مطالبہ کرنے والی لڑکیوں کو ٹیڑھی ترچھی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے، بھائیوں اور بھابھیوں کی طرف سے طرح طرح کے طعنے دیئے جاتے ہیں، اور جو لڑکی وراثت لے لیتی ہے اس کے ساتھ پہلے جیسا لین دین، پہلے جیسا سلوک وبرتاؤ اور پہلی جیسی مروت ومحبت نہیں برتی جاتی ہے، اس لئے اس ''عرفی دباؤ'' کی وجہ سے ضرورت مند ہونے کے باوجود لڑکیاں اپنے حقِ شرعی سے دست بردار رہنے میں ہی عافیت محسوس کرتی ہیں۔

یہ منافقین کا طریقہ ہے

لڑکیوں اور بچوں کو وراثت سے محروم کرنا منافقین کا طور طریقہ ہے، اہل اسلام کو اس سے بچنا ضروری ہے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں: "وَهُمُ الْمُنَافِقُوْنَ وَكَانُوْا لَا يَعُدُّوْنَ اَنَّ لِلنِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ الصِّغَارِ مِنَ الْمِيْرَاثِ نَصِيْبًا. (درمنثور ۲/ ۱۲۸)

لڑکیوں کو ان کا حق زبردستی دیجئے: اس لئے ان کا حق ان کو زبردستی دینا چاہئے تاکہ اللہ کا حکم اور شریعت کا قانون رواج پائے۔ جو لوگ ان کے حقوق سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں وہ اپنی ہی نہیں نسلوں کی آخرت برباد کرتے ہیں، خود زندگی بھر مال حرام اور خبیث وناپاک غذا کھا کر اپنی نیکیاں برباد کرتے ہیں اور مرنے کے بعد اولاد اور نسلوں کو بھی ''حرام خوری'' میں مبتلا کر جاتے ہیں، یاد رہے کہ لڑکیاں اگر یہ واضح کر دیں کہ ''ہمیں اپنا حق وراثت نہیں لینا ہے''، ہم اپنا حصہ بھائیوں کو دیتے ہیں تو بھی ان کا حق ختم نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی اللہ ورسول کی نظر میں ان کے حصہ کا استعمال دوسرے لوگوں کے لئے حلال ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے: اَلَا لَا تَظْلِمُوْا، اَلَا لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ

اِلَّا بِطِیْبِ نَفْسٍ مِنْهُ. ''خبردار!ظلم مت کرو،خبردار!کسی کا مال اس کی دلی رضا مندی کے بغیر حلال نہیں ہوتا ہے''۔

مال حرام کے غیر محدود نقصانات

جو شخص کسی وارث کو اس کے حق سے محروم کرتا ہے، محرومیاں خود اس کا مقدر بن جاتی ہیں وہ درج ذیل محرومیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

(۱) **جنت سے محرومی:** حضرت صدیق اکبرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں وہ جسم داخل نہ ہوگا جس کو حرام غذا دی گئی ہو۔(مشکوٰۃ شریف ۲۴۳)

(۲) **اجروثواب سے محرومی:** اور اگر حرام مال سے زکوٰۃ،صدقہ وغیرہ دیا جاے یا نماز وروزہ اور حج میں خرچ کیا جاے تو وہ قبول نہیں ہوتا ہے، کیونکہ حدیث پاک ہے:

''اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا''. یعنی اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک (حلال) ہی کو قبول فرماتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

(۳) **دعا کی قبولیت سے محرومی:** رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قابل رحم پریشان حال مسافر کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر صدا لگاتا ہے۔

یا رب! یارب! اے میرے پالنہار! جبکہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام اور اس کا لباس حرام ہے؛ لہٰذا اس کی دعا کو قبولیت کا شرف کہاں حاصل ہوسکتا ہے؟ (مشکوٰۃ شریف ص:۲۴۱)

نہ ختم ہونے والا عذاب قبر جو خون کے آنسو رُلائے گا

میت نے اگر زمین جائداد چھوڑی ہے اور شرعی طریقہ پر اس کی تقسیم نہیں کی گئی بلکہ ورثاء کی حق تلفی کی گئی تو اس زمین جائداد کے ہڑپ کرنے والے کو مرنے کے بعد مسلسل عذاب قبر میں مبتلا رکھا جائے گا، اسے اسی زمین ساتوں طبق کی کھدائی کے انتہائی پُرمشقت اور صبر آزما کام پر لگا دیا جائے گا، آرام کرنے یا کمر سیدھی کرنے کا موقع نہیں دیا جائے گا،

اس طرح وہ مسلسل عذاب قبر میں مبتلا رہے گا اور قیامت تک اس سے نجات نہیں پا سکے گا، پھر محشر میں ذلت ورسوائی کی ایسی حالت میں آئے گا کہ سات زمینوں کا ''ہمالیائی طوق'' اس کے گلے میں پڑا ہوگا جس کا بوجھ یقیناً خون کے آنسو رلائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ناحق کسی زمین کا کچھ حصہ لے لیا اس کو سزا دی جائے گی کہ (ظالمانہ طور پر لی گئی زمین کے ساتوں طبق) کی مٹی میدان حشر تک اٹھا کر لے جائے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جتنی زمین ناحق دبائی ہے اس کو زمین کے ساتوں طبق کی کھدائی کرنی پڑے گی، پھر اسکو اٹھا کر میدان حشر تک لے جانا ہوگا اور مقدمہ فائنل ہونے تک اس زمین کے ہمالیائی بوجھ تلے دبا رہے گا، خدا ہر مسلمان کو ایسے برے اعمال اور بری سزا سے محفوظ رکھے۔ آمین

اس ظلم عظیم سے نجات کی فکر کیجئے

حضرت مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: کہ سب مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس ظلم عظیم کو ترک کردیں اور موافق شریعت ترکہ تقسیم کیا کریں و نیز جن حقداروں کے حقوق اب تک دبے ہوئے ہیں (نہیں دیئے گئے ہیں) ان کے حقوق بھی دیئے جائیں (وہ انتقال کر چکے ہوں تو ان کے وارثین کو دیئے جائیں) جہاں تک شرعی قواعد سے تحقیق ہوسکے وہاں تک تحقیق کرنا اور حق داروں کو ان کا حق دینا ضروری ہے۔

ایک سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ بہنوں کو ان کا حق دینے کے ذمہ دار ہم ہیں؛ لیکن پھوپھی اور والد کی پھوپھی کا حق تو باپ دادا نے دبایا ہے ہم سے اس کا مؤاخذہ کیسے ہوسکتا ہے؟

جواب: ان حضرات کی خدمت میں دو باتیں پیش ہیں:

پہلی بات: جس طرح کسی کا حق دبانا حرام ہے، اسی طرح جو زمین وغیرہ ناحق دبائی

گئی ہے اس کا لینا بھی ہر طرح حرام ہے، خواہ معاوضہ میں آئے خواہ وراثت یا ہبہ میں ملے اس لئے جیسے باپ دادا گنہگار رہیں تم بھی گنہگار رہو، پس جس طرح والد کے ترکے میں سے بہن وغیرہ کا حصہ دینا ضروری ہے اسی طرح دادا کے ترکہ میں سے پھوپھی وغیرہ اور پردادا کے ترکہ میں سے والد کی پھوپھی وغیرہ وارثانِ شرعیہ کو دینا بھی لازم وضروری ہے اسلئے جس طرح بھی ہوسکے اس فرض سے سبکدوش ہونے کی کوشش کرنی چاہئے خواہ اس فرض کی ادائیگی کے لئے جائداد ہی فروخت کرنی پڑے۔

دوسری بات: کیا تم کو اپنے باپ دادا سے ہمدردی نہیں؟ باپ دادا دوسروں کا حق مار کر چلے گئے جس کی وجہ سے وہ عذاب میں مبتلا ہوں گے، اگر تم کو ان سے ہمدردی ہے تو ان کو عذاب سے نجات دلانے کے لئے اہل حقوق کے حقوق ادا کرو، وہ بھی عذاب سے بچ جائیں گے تم بھی بچ جاؤ گے؛ بلکہ تمہیں دوہرا اجر وثواب ملے گا۔

قارئین کرام! آخرت کا معاملہ بہت خطرناک ہے، یہاں انسان اگر کسی کے مال پر ناجائز قبضہ کرلے گا تو آخرت میں اس کا بدلہ اعمال صالحہ اور نیکیوں کے ذریعہ چکانا پڑے گا اور یہ بہت ہی خسارہ اور نقصان کا سودا ہوگا اور میدان محشر میں جہان ساری انسانیت کا مجمع ہوگا سر عام ذلت ورسوائی ہوگی، اعلان ہوگا فلاں کے بیٹے نے، فلاں کی بیٹی نے بے ایمانی کی تھی اور فلاں کا مال دبالیا تھا، فلاں کی زمین وجائیداد پر ناجائز قبضہ کرلیا تھا، اب نیک اعمال کے ذریعہ ان کا بدلہ چکایا جارہا ہے۔

مثال کے طور پر یوں سمجھو کہ اگر کسی نے کسی کے ایک لاکھ روپے ناجائز طور پر لے لئے تو آخرت میں کم از کم ایک لاکھ نیکیاں اس کے بدلہ میں بھرے گا، ٹھنڈے دل سے سوچیں، جس نے کسی کا مال ناجائز طور پر کھا رکھا ہوگا، اس کی نیکیاں، اس کی نمازیں، اس کے روزے، اس کی تلاوت اور تسبیحات کچھ بھی اللہ کے یہاں قبول نہیں ہوگی تو ایسا انسان تو یوں بھی مفلس وقلاش اور نیکیوں کا محتاج ہوگا وہ غریب حقداروں کو کیا دے گا؟ اور کہاں سے

دے گا؟ لامحالہ چاروناچار ان حق داروں کے گناہوں کا بوجھ اس کے سر پڑے گا، اور جہنم میں اس کو اپنے گناہوں کے ساتھ ساتھ ان حق داروں کے گناہوں کی سزا بھی بھگتنی پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اس قسم کے گناہوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

وارثوں کا حق دے کر صلہ رحمی کرنے کا انعام لیجئے

قرآن پاک میں بار بار صلہ رحمی یعنی رشتہ داروں اور خاندان والوں کو ان کا حق ادا کرنے اور ان سے تعلقات استوار رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری زندگی مختلف انداز و پیرایہ میں اس کی اہمیت بیان فرماتے رہے، اس کی تاکید کرتے رہے حتی کہ اس دنیا سے رخصت ہونے کے وقت، زندگی کے بالکل آخری لحات میں جب نماز جیسی اہم ترین عبادت کی وصیت فرمائی تو اس وقت بھی دو مرتبہ فرمایا: **ارحامکم ارحامکم** اپنے قرابت داروں کا خاص خیال رکھنا، اپنے قرابت داروں کا خاص خیال رکھنا۔

اور رشتہ داروں کے خیال رکھنے کا سب سے اہم پہلو اور سب سے پہلا زینہ یہی ہے کہ ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی یا دیر نہ کیجائے۔ احادیث طیبہ میں صلہ رحمی کرنے والے کے لئے بہت ساری بشارتیں اور خوشخبریاں ذکر کی گئی ہیں۔

(۱) صلہ رحمی کرنے والے کے لئے عمر میں برکت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

(۲) صلہ رحمی کرنے والے کے لئے رزق میں برکت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

(۳) صلہ رحمی کرنے والے کے لئے بری موت سے حفاظت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

(۴) صلہ رحمی کرنے والے کے لئے ایمان پر خاتمہ کی خوشخبری دی گئی ہے۔

(۵) صلہ رحمی کرنے والے کو سب سے اعلیٰ درجہ کا خوش اخلاق بتایا گیا ہے، اور خوش اخلاق کا مقام ومرتبہ قائم اللیل وصائم النہار کے برابر بتایا گیا ہے۔

اس کے برخلاف قطع رحمی کرنے والے کے لئے یعنی رشتہ داروں کا حق نہ دینے

والے کے لئے بڑی سخت باتیں کہی گئی ہیں، بہت برے انجام کی خبر دی گئی ہے۔

(۱) قطع رحمی کرنے والوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتے ہیں۔

(۲) قطع رحمی کرنے والا شب براءت وشب قدر جیسی مبارک راتوں میں بھی رحمت و مغفرت سے محروم رہ جاتا ہے جب رحمت الٰہی جوش میں ہوتی ہے اور بڑے بڑے گناہگاروں کی بخشش ہوجاتی ہے۔

(۳) قطع رحمی کرنے کی سزا دنیا میں بھی ضرور دیجاتی ہے اور آخرت میں بھی۔

(۴) قطع رحمی کرنے والا ایک فرد بھی جس قوم یا خاندان میں موجود ہوتا ہے، اس کی نحوست سے وہ پوری قوم اور پورا خاندان اللہ کی خاص رحمتوں سے محروم کر دیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری حفاظت فرمائے۔آمین

(۵) قطع رحمی کرنے والا (رشتہ ناطہ کو نظرانداز کرنے والا) ان کی حق تلفی کرنے والا (جب تک اپنی اس غلطی کی سزا نہیں بھگت لے گا) جنت میں نہیں جائے گا **لا یدخل الجنة قاطع**

اس لئے خدا اور رسول کا واسطہ دیکر آپ حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ چند روزہ دنیا کی خاطر اپنا ہمیشہ ہمیش کا آرام نہ قربان کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں بہت ساری راحتوں اور عزتوں سے سرفراز کرے۔آمین

اُف یہ بہانے بازیاں! خدا کی پناہ

یہ مسئلہ شرعی نقطہ نظر اور اخروی ودنیوی اغراض ومفادات کے لحاظ سے جس قدر اہمیت ونزاکت کا حامل ہے افسوس کہ امت مرحومہ اس کی طرف سے اتنی ہی زیادہ غفلت ولاپرواہی برت رہی ہے اور بہت سے دین دار کہلانے والے لوگ بھی خیرخواہی وہمدردی کے حسین عنوان پر طرح طرح کے حیلے بہانے سے دانستہ یا نادانستہ طور پر اس حکم ربی کو مٹانے کے در پے ہیں، چنانچہ کہیں ''اتحاد ویکجہتی'' کے عنوان سے، کہیں ''یتیموں کی سرپرستی'' کے حیلہ سے،

کہیں ''بیوہ کی ہمدردی'' کے بہانے تقسیم وراثت کو ملتوی کر دیا جاتا ہے اور کہیں والدین میں سے ''کسی ایک کی خدمت'' کے عنوان سے، کہیں ''بھائی بہن کی شادی'' کی خاطر ٹال دیا جاتا ہے، حد یہ ہے کہ بعض جاہل ''جہیز کو میراث کا بدل'' بتا کر وراثت کو یکسر نظرانداز کر دیتے ہیں۔اور بعض لوگ جو دینداری کے مدعی ہیں وہ کہتے ہیں ''ہماری بہن وغیرہ تو لیتی نہیں، اس نے معاف کر دیا'' یہ سب حیلے بہانے ہیں نہ دینے کے۔شریعت میں نہ اس معانی کا اعتبار ہے اور نہ ہی حیلے بہانوں کا۔

سوچنے کی بات ہے کہ (۱) جو بہن عیدی کے نام پر ملنے والے ''سالانہ تحفہ'' کے نہ ملنے پر ناراض ہو جاتی ہے، شکایتوں کا پٹارا کھول دیتی ہے جبکہ یہ تحفہ بہت زیادہ قیمت کا نہیں ہوتا ہے۔

(۲) اور جو عورت اپنی سسرال میں ایک ایک انچ کے لئے اور معمولی معمولی چیزوں میں حصہ لینے کے لئے ایڑی سے چوٹی تک کا زور صرف کرتی ہے، شوہر کو اور بچوں کو اس کے لئے اکساتی ہے، وہ میکے سے ملنے والے حق کے لئے اتنی فیاض کیوں کر ہوسکتی ہے؟ یقیناً کوئی مجبوری اس کے سامنے ہے اور مجبوری کے ساتھ جو معافی ہو اللہ کے یہاں اس کا کوئی اعتبار نہیں، اس لئے مرنے والے کے ترکہ اور میراث کو پہلی فرصت میں تقسیم کرنا اور ہر ہر وارث کو اس کا حصہ دینا بے حد ضروری ہے۔

آپ خطرناک دشمنوں کے نرغہ میں؟

یاد رکھئے! اگر آپ نے کسی کا مالی حق مار لیا تو آپ بری طرح پھنس گئے، آپ ایسے خطرناک دشمنوں کے گھیرے میں آچکے ہیں کہ ان میں سے ایک ایک دشمن تنہا آپ کی تباہی وبربادی کے لئے کافی ہے، یہ دشمن آپ کو کہیں کا نہیں چھوڑیں گے، یہ دشمن نہ صرف آپ کی عزت کو خاک میں ملائیں گے؛ بلکہ آپ کو اللہ کی رحمت ومغفرت سے دور، بہت دور کریں گے،

پھر آپ پر زہریلے بچھو، زہریلے اژدھے چھوڑیں گے، آپ کے ہاتھ پیر اور سر پر ہتھوڑے مار مار کر لہولہان اور چکنا چور کریں گے، اور جلتی، دہکتی آگ میں ڈال کر زندہ بھونیں گے۔

پہلا دشمن: دولت کی اندھی لالچ ہے، جس نے پہلی امتوں کو تباہی کے غار میں ڈھکیلا۔

دوسرا دشمن: بخل و کنجوسی ہے، جس نے قارون کو زمین میں زندہ دفن کر کے اس کی اکڑفوں ختم کر دی۔

تیسرا دشمن: خیانت و بے ایمانی ہے، جو ایمان کی دشمن ہے **لا ایمان لمن لا أمانة له.**

چوتھا دشمن: ظلم و ناانصافی ہے، جو میدان محشر میں ایمان کی روشنی گل کر دے گا۔

الظلم ظلمات يوم القيامة.

پانچواں دشمن: ایذاء مسلم ہے، جس کا انجام لعنت (اللہ کی رحمت و مغفرت سے دوری ومہجوری اور جہنم کے راستوں کی ہمواری واستواری) ہے **ملعون من ضار مؤمنا أومكر به.**

حق تلفی کر کے پھنسے ہو حق ادا کر کے چھوٹ جاؤ۔ اللہ توفیق دے۔ آمین

شرم تم کو مگر نہیں آتی

جو لوگ کہتے ہیں ''بہن نے معاف کر دیا، وہ غور کریں کہ وہ تو عورت ذات اور کمزور ہو کر بھائی کے حق میں اپنے حق سے دستبردار ہو رہی ہے بھائی کی غیرت وحمیت کو کیا ہو گیا؟ وہ مرد اور طاقت ور ہو کر بہن کو اپنے حق میں سے کچھ بھی دینے کے لئے تیار نہیں ہے بلکہ اس کے حق پر بھی قبضہ کرنے کی فکر میں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی صحیح سمجھ اور مذہب پر عمل کرنے کی کامل توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

❑❑❑

وراثت سے متعلق کچھ ضروری مسائل

میت کی کون کون سی چیزیں ترکہ میں شمار کی جائیں گی؟

مرنے والا انتقال کے وقت اپنی ملکیت میں جو کچھ منقولہ وغیر منقولہ مال، جائداد، روپیہ، زیورات، کپڑے اور کسی بھی طرح کا چھوٹا بڑا سامان چھوڑ جاتا ہے خواہ سوئی دھاگہ ہی ہو شریعت کی نظر میں وہ سب اس کا ترکہ ہے، انتقال کے وقت اس کے بدن پر جو کپڑے ہوں وہ بھی ترکہ میں داخل ہیں اور سب وارثین کا اس میں حق بنتا ہے اسی طرح میت کے جو قرضے میت کے ذمہ رہ گئے ہوں وہ بھی ترکہ میں داخل ہیں، سب وارثین کا اس میں حق ہے۔ یاد رہے کہ میت کی جیب میں اگر ایک الائچی بھی پڑی ہو تو کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ سب حق داروں کی اجازت کے بغیر اس کو منھ میں ڈال لے۔ (احکام میت ص ۱۴۶)

تقسیم سے پہلے وارثین کی اجازت کے بغیر ترکہ چیز استعمال نہیں کی جا سکتی ہے البتہ اگر تمام وارثین بالغ ہوں اور خوش دلی سے اس کی اجازت دیں تو درست ہے لیکن اگر وارثین میں کوئی نابالغ بھی ہو تو اس کی اجازت کا اعتبار نہیں ہوگا۔ (نوٹ) ترکہ کے غلط استعمال سے بچنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ ترکہ میں جن حقوق کی ادائیگی واجب ہے جیسے تجہیز تکفین اور قرض وغیرہ جلد از جلد ان کو ادا کیا جائے اُس کے بعد اولین فرصت میں ترکہ تقسیم کر دیا جائے۔ (مستفاد احکام میت ص ۱۹۰)

میت کے ترکے سے مہمان نوازی وغیرہ؟

شریعت کے مطابق تجہیز وتکفین اور تدفین کے بعد ترکہ کی تقسیم سے پہلے جو طرح طرح کی رسمیں اور بدعتیں اس موقع پر کی جاتی ہیں مثلاً تعزیت کیلئے آنے والوں کی خاطر تواضع اور دیگر حضرات کے لئے دعوت وغیرہ ان کے اخراجات ترکہ سے لینا ہرگز جائز نہیں جو شخص ایسا کریگا خواہ وارث ہو یا غیر وارث اس خرچہ کا تاوان اس کے ذمہ واجب ہوگا۔

اور اگر خرچ کرنے والا وارث ہے تو اس کے حصۂ میراث میں سے وہ خرچہ منہا کر لیا جائیگا۔ بعض ناواقف لوگ ترکہ کی تقسیم سے پہلے ترکہ میں سے صدقہ خیرات کر دیتے ہیں یہ ہرگز جائز نہیں اس طرح کے صدقہ وخیرات کرنے سے مردہ کو کوئی ثواب نہیں پہنچتا ہے۔ بلکہ ثواب سمجھ کر خرچ کرنا اور بھی بڑا گناہ ہے۔

اس لئے کہ مورث کے مرنے کے بعد یہ سب مال تمام وارثوں کا حق ہے۔ بعض دفعہ میت کے وارثوں میں چھوٹے چھوٹے قابل رحم یتیم بچے ہوتے ہیں، بعض ورثہ مقروض ہوتے ہیں یا خود میت مقروض ہوتا ہے اور دوسرے رشتے دار رسموں کی پابندی اور ''مالِ مفت دلِ بے رحم'' کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے بے جا صرف کرتے ہیں اور آخرت کا عذاب اپنے سر لیتے ہیں، کیوں کہ اس سے قرض خواہوں کا یا وارثوں کا حق مارا جاتا ہے، لہٰذا س مشترک مال سے صدقہ وغیرہ دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی کا مال چرا کر یا چھین کر میت کے حق میں صدقہ کر دیا جائے۔ اگر پہلے ترکہ تقسیم کر دیا جائے اس کے بعد وارث اپنے مال میں سے اپنی مرضی سے میت کے حق میں صدقہ وخیرات کریں تو اس کا انہیں اختیار ہے۔

تقسیم سے پہلے وارثوں سے اجازت لیکر بھی مشترکہ ترکہ میں سے صدقہ وخیرات نہ کریں

اس لئے کہ وارثین میں جو نابالغ ہیں ان کی اجازت معتبر نہیں اور جو بالغ ہیں وہ بھی ضروری نہیں کہ خوشدلی سے اجازت دیں، ہوسکتا ہے وہ لحاظ ومروت میں اجازت دینے پر مجبور ہوں اور لوگوں کے طعن وتشنیع کے خوف سے اجازت دے رہے ہوں اور عار سے بچنے کے لئے بادل ناخواستہ حامی بھر رہے ہوں، حالانکہ شریعت میں صرف وہ مال حلال ہے جو خوش دلی کے ساتھ، کسی سماجی یا شخصی دباؤ کے بغیر دیا گیا ہو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی وارث مقروض اور محتاج ہو ایسی شکل میں قرض کی ادائیگی کے بجائے صدقہ وخیرات میں مال خرچ کرنا قرض دینے والے کی حق تلفی اور سراسر غلط ہے۔

وصیت کرنا مستحب ہے یا وارثوں کے لئے مال چھوڑ جانا

سوال:- فاطمہ ایک مہلک بیماری میں مبتلا ہے اس کے کوئی اولاد نہیں اپنے دیور کی ایک لڑکی کو گود لیا تھا اس کی شادی کر دی ہے ہاں اس کے تین بھائی اور دو بہنیں اور شوہر موجود ہیں اب فاطمہ یہ چاہتی ہے کہ اپنے مال وجائیداد کے لئے وصیت کر جائے اس کی خواہش ہے کہ ایسی صورت ہو جس کی وجہ سے کسی قریب یا دور کے رشتے دار کی حق تلفی نہ ہو اور آئندہ جتنی زندگی باقی ہے اس میں اسے کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

جواب:- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اگر کوئی شرعی وارث پہلے سے مالدار ہے یا فاطمہ کی میراث میں سے اس کو اتنا مال مل رہا ہو جس سے وہ دولت مند ہو جائے تو ایسے شخص کو اپنے مال میں سے مسجدوں، مدرسوں وغیرہ یا ایسے رشتہ داروں کے لئے جن کا میراث میں حصہ نہیں ہے وصیت کرنا مستحب ہے۔ اور بہتر یہی ہے کہ تہائی سے بھی کم کی وصیت کرے۔ لیکن اپنے ایک تہائی مال سے زیادہ کی وصیت بہرحال ناجائز ہے اور اگر شرعی وارث نہ دولت مند ہے نہ وراثت کا مال پانے کے بعد دولت مند بنے گا تو مستحب یہ ہے کہ اپنے مال میں سے صدقہ وخیرات وغیرہ کی وصیت نہ کرے کیونکہ جب یہ لوگ بھی ضرورت مند ہیں تو ان کو میت کے مال سے جو نفع اور فائدہ پہنچے گا اس کا ثواب میت کو صدقہ وخیرات کرنے سے زیادہ ملے گا ہاں اگر ضروری وصیت ہو جیسے روزہ نماز کا فدیہ یا کسی کا قرضہ تو اس کی وصیت کرنا بہرحال ضروری ورنہ گناہ ہوگا۔ (احکام میت، بہشتی زیور، مفید الوارثین)

وارث کے حقِ وراثت کی حفاظت کا طریقہ

اکثر باپ کے مرنے کے بعد اس کی لڑکیوں کو ترکہ میں سے حصہ نہیں دیا جاتا ہے اور دیا بھی جاتا ہے تو پورا نہیں دیا جاتا ہے یا کافی وقت گزرنے کے بعد یا قسط وار ادائیگی کی صورت میں دیا جاتا ہے، جس سے لڑکیوں کی حق تلفی ہوتی ہے۔ اس لئے وارث کے حق وراثت کی حفاظت کے دو طریقے پیش کئے جا رہے ہیں :

(۱) ایک طریقہ یہ ہے کہ مرنے والا اپنی زندگی میں اولاد کے درمیان مال برابر برابر تقسیم کردے کیونکہ زندگی میں مال کی تقسیم میراث کی تقسیم نہیں ہے بلکہ ہبہ و بخشش ہے اور ہبہ کا قاعدہ یہ ہے کہ سب اولاد کو برابر دیا جائے چاہے لڑکی ہو یا لڑکا، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: **اتقوا اللہ واعدلو بین اولادکم**. (مشکوۃ شریف ص ۲۶۱)

(۲) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وکیلوں کے ذریعہ ویل (وصیت نامہ) مرتب کرا دیا جائے اور اس میں اپنی موت کے بعد شرعی اعتبار سے جس کو جتنا حصہ ملتا ہے وہ لکھ دیا جائے اس صورت میں لڑکیوں کو لڑکوں کے مقابلے میں آدھا حصہ دیا جائے۔

مرتب کی تالیفات ایک نظر میں

(۱) نکاح سنت کے مطابق کیجئے
(۲) رد بدعت کے اصول وفروع
(۳) وراثت کی تقسیم میں دیر نہ کیجئے
(۴) ایصال ثواب اور قرآن خوانی
(۵) الفوز العظیم: شرح الفوز الکبیر
(۶) رب کائنات کی چار خصوصی صفات
(۷) حضرت عیسی علیہ السلام کا رفع ونزول
(۸) غلام احمد قادیانی جعلی مہدی نقلی مسیح
(۹) شادی اور نکاح سنت کے مطابق کیجئے
(۱۰) سماج کو بدعات سے کیسے پاک کریں؟
(۱۱) اذکار اور سورتوں کے عناوین کا شرعی حکم
(۱۲) کنوز العرب: تسہیل شرح شذور الذہب
(۱۳) مبارک کتاب (عظمت قرآن پر شاندار تالیف)
(۱۴) گلدستۂ خطبات (جمعہ اور عیدین کے جدید خطبے)

الفلاح ویلفیئر سوسائٹی گردھر پور، خلیل آباد، سنت کبیر نگر، یوپی کے ذمہ دار علماء کا قائم کیا ہوا چند سالہ قدیم مگر معتبر تعلیمی وملی ادارہ ہے۔ اسلامی عقائد ونظریات کا تحفظ ودفاع، مکمل اسلامی تعلیمات کا رواج، بچوں کی تعلیم وتربیت کا مفید نظم، حسب ضرورت مکاتب کا قیام، دینی وملی رہنمائی، ملک وملت کی تعمیر وترقی، یتیموں، بیواؤں کی امداد جیسے اہم امور ادارہ کے اہم مقاصد میں شامل ہیں۔ سردست ادارہ کے ماتحت وسائل اور افراد کی کمی کے باوجود الحمد للہ بیواؤں، یتیموں اور مستحق طالب علموں کی امداد، حسب مشورہ شادی بیاہ کی بنیادی ضروریات کا انتظام، کسی قدر علاج ومعالجہ کی سہولیات کی فراہمی کی علاوہ حسب ضرورت اطراف کے چار گاؤں میں چار مکابت قائم کئے جا چکے ہیں۔ جن میں چار اساتذہ کی خدمات حاصل ہیں۔ تقریباً ۱۰۰ طالبات زیر تعلیم ہیں۔ جن کے لئے ابتدائی عصری تعلیم کے ساتھ دین کی ٹھوس بنیادی تعلیم کا مفت انتظام ہے، ''گردھر پور'' میں لڑکیوں کے لئے ''الفلاح سیون کلاس'' بھی قائم ہے جس میں ایک معلّمہ کی زیر تربیت بروقت 15 لڑکیوں کا داخلہ ہے۔ عام لوگوں میں علمی، دینی ذوق پیدا کرنے کے لئے ابتداء ہی سے ''گردھر پور'' میں ''حنیف پلک لائبریری'' بھی قائم ہے، جس میں اس وقت الحمد للہ تین الماریوں پر مشتمل 35 ہزار سے زائد کی کتابیں موجود ہیں۔ مؤقر اداروں کے دینی رسائل بھی پہنچ رہے ہیں، پیام انسانیت کی کتابوں کے مفت تقسیم کا مناسب انتظام ہے۔

مزید دینی وملی بیداری کے لئے ''گردھر پور واطراف'' میں 30 سے زائد چھوٹے بڑے اجتماعات ہو چکے ہیں، واضح رہے کہ مذکورہ کاموں میں علاقے کے ذمہ دار علماء کے علاوہ جامعہ اسلامیہ دار العلوم بستی کے بزرگ اساتذہ کی الحمد للہ بھرپور حمایت اور ان کے مخلصانہ مشورے اور دعائیں حاصل ہیں۔ (**فلله الحمد وله الشكر كله**) مگر حالت کی سنگینی اور عام دینی بے پرواہی کے سبب مذکورہ کاموں کے استحکام اور اس طرح کے بہت سارے کاموں کی اشد ضرورت ہے۔ جس کے لئے آپ حضرات کی بھرپور مخلصانہ توجہات، دعائیں اور مفید مشوروں کی سخت ضرورت ہے۔ (ادارہ)

مرتـ [illegible] ـمیں

(۱) الفوز العظیم: شرح الفوز الکبیر

(۲) کنوز العرب: تسہیل شرح شذور الذہب

(۳) مبارک کتاب (عظمت قرآن پر شاندار تالیف)

(۴) نکاح سنت کے مطابق کیجئے

(۵) شادی اور نکاح سنت کے مطابق کیجئے

(۶) وراثت کی تقسیم میں دیر نہ کیجئے

(۷) ایصال ثواب اور قرآن خوانی

(۸) سماج کو بدعات سے کیسے پاک کریں؟

(۹) گلدستۂ خطبات (جمعہ اور عیدین کے جدید خطبے)

(۱۰) غلام احمد قادیانی جعلی مہدی نقلی مسیح

(۱۱) حضرت عیسی علیہ السلام کا رفع ونزول

(۱۲) رد بدعت کے اصول وفروع

(۱۳) رب کائنات کی چار خصوصی صفات

(۱۴) اذکار اور سورتوں کے عناوین کا شرعی حکم

کیا آپ جانتے ہیں؟

(۱) اگر کوئی وارث دوسرے وارثوں کا حصہ نہ دے کر اس میں من مانی تصرف کرتا ہے اور شرعی طریقہ کے مطابق حصہ نہیں دیتا ہے یا حصہ دینے میں تاخیر کرتا ہے وہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں گنہ گار ہے۔

(۲) اگر کسی وارث نے میراث کا کوئی حصہ ضائع کر دیا تو وہ دیگر وارثین کا مقروض ہے، اس پر اس کا تاوان دینا لازم اور ضروری ہے۔

(۳) اگر کوئی وارث برضا و رغبت (پوری خوش دلی کے ساتھ) یہ کہے کہ مجھے اپنا حق نہیں لینا ہے، اس سے بھی اس کا شرعی حق ختم نہیں ہوگا۔ (مستفاد از فتاوی رحیمیہ ۵۰۵/۱۰) کیونکہ اپنے حصہ پر قبضہ کرنے سے پہلے کسی وارث کا یہ کہنا کہ "مجھے اپنا حق نہیں لینا ہے" یا یہ کہنا کہ "میں نے اپنا حق دوسرے وارثوں کو دیدیا" درحقیقت ہبہ و بخشش کی ایک شکل ہے اور مشترکہ مال میں سے کسی حصہ کا ہدیہ کرنا شرعی اعتبار سے صحیح نہیں ہوتا ہے۔

(۴) اگر کسی وارث کو اپنا شرعی حق لینے کے لئے مقدمہ لڑنا پڑے تو مقدمہ کے اخراجات بھی ان لوگوں کے ذمہ ہوں گے جنہوں نے مدعی کا حق دبا رکھا تھا۔

مولانا خورشید انور قاسمی فیض آبادی
استاذِ حدیث وفقہ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد